

## آئینہ فکر نواز

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	مضمون نگار
1	اداریہ	3	مدیر اعلیٰ
2	حمد	5	ولی محمد واجد مرحوم
3	نعت	5	مولانا حسن رضا خان قادری علیہ الرحمۃ
4	مکاتیب الرحمن	6	علامہ مولانا غلام محمد سعیدی
5	خوشہ ہائے نور	11	علامہ سید سعید احمد شاہ قادری
6	حسن ازل کی تحلیلی اوّل	14	علامہ مولانا محمد اعظم اکبری
7	محبت رسول ﷺ جان ایمان	19	علامہ مولانا سید عبدالرشید شاہ باروی
8	تیری حیات پاک کا ہر لمحہ پیغمبر لگے	23	محمد ذوالقرنین شاہ جتلم حزب الرحمن اسلامی اکادمی
9	فضائل ربیع الاول شریف	31	علامہ مولانا حاجی فضل کریم چشتی
10	آمد مصطفیٰ ﷺ مرحبا مرحبا	33	علامہ مولانا غلام محمد سعیدی
11	بارگاہ نبوی میں نذرانہ سلام	41	مولانا حسن رضا خان قادری علیہ الرحمۃ
12	رءالاتقیا حضرت میاں میر قادری فاروقی رحمۃ اللہ علیہ	42	علامہ مولانا محمد ریاض مہروی
13	غزل	48	محمد اکبر قادری مرحوم

## فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِاهِ وَسَلَّمَ الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ  
يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔

(رواہ ابو داؤد و الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رحم کرنے والوں اور ترس کھانے والوں پر  
بڑی رحمت والا خدا رحم کرے گا۔ زمین پر رہنے بسنے والی اللہ کی مخلوق پر تم رحم کرو تو  
آسمان والا تم پر رحمت کرے گا۔

☆☆☆☆☆

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَالِاهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدْرَكَهُ الْإِذَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ  
يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَهُوَ لَا يُرِيدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔

(رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے اور وہ اس  
کے بعد بھی بلا کسی خاص ضرورت کے مسجد سے باہر چلا جائے اور نماز میں شرکت  
کیلئے واپسی کا ارادہ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔

☆☆☆☆☆

## فرمان رسول ﷺ

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خُمُسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ أَحْسَنَ وَضُوءٍ هُنَّ وَصَلَاةُنَّ يَوْمِيهِنَّ وَأَتَمُّ رُكُوعُهُنَّ وَخُشُوعُهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ غَفَلَهُ، وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ۔

(رواه احمد، ابوداؤد)

ترجمہ: پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے ان کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع و سجود بھی جیسے کرنے چاہیں ویسے ہی کیے اور خشوع کی صفت کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہیں کیا (اور نماز کے بارے میں اس نے کوتاہی کی) تو اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے گا۔ تو اس کو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا۔

(مسند احمد، سنن ابی داؤد)



## فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ هَبَطَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ إِنَّ كُنْتُ اتَّخَذْتُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا فَقَدْ اتَّخَذْتُ حَبِيبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَى مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَأَهْلَهَا لِأَعْرِفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِي وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔

(النور محمدیہ من مواہب اللدنیہ، مدارج النبوة)

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا پروردگار فرماتا ہے (اے محبوب) اگر میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے تو آپ کو حبیب بنایا ہے اور یقیناً میں نے کسی مخلوق کو آپ سے زیادہ برگزیدہ پیدا نہیں فرمایا اور میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اسلئے پیدا فرمایا ہے کہ آپ کے اس مقام و مرتبہ کی پہچان کرا دوں جو کہ میرے نزدیک ہے۔ اے حبیب ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆





## ۱۲ ربیع الاول کی بہاریں

اقوام عالم کی تاریخ میں بعض ایام بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اقوام عالم مختلف انداز میں انہیں مناتی ہیں مسلمانوں کی قومی زندگی میں جو اہمیت بارہ ربیع الاول کو حاصل ہے وہ کسی اور دن کو نہیں ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ ابْتِغَىٰ فِئْهُمْ رَسُولًا۔ ترجمہ تحقیق اللہ نے احسان کیا مومنوں پر جب ان میں رسول ﷺ بھیجا۔

اللہ تعالیٰ کے پوری انسانیت پر بے شمار احسانات ہیں جن کا احصاء کرنا ممکن ہی نہیں۔ ان بے حد و حساب احسانات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی نعمت کے عطا پر حضرت انسان کو احسان نہیں جتلا یا لیکن حضور ﷺ فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الخیرہ و الطہار کی آمد کو اپنے احسان کے طور پر جتلا یا اس طرح کائنات میں اگر کوئی عظیم نعمت ہے تو وہ رحمۃ العالمین کی ذات بابرکات ہے جس پر فرمان الہی ہے کہ اس نعمت کی عطا، اللہ تعالیٰ کا پوری انسانیت پر بالعموم اور مومنوں پر بالخصوص احسان ہے جب یہ نعمت عظیم اس دنیا پر رونق افروز ہوئی اس دن کو اظہار تشکر کے طور پر منانا منشاء ایزدی کے عین مطابق ہے کتب احادیث اور سیرت رسول ﷺ میں بے شمار ایسی روایات موجود ہیں جن میں ولادت باسعادت کی رات اور آنے والے دن یعنی بارہ ربیع الاول کے بے شمار فضائل ہیں۔

صحیح روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس دن ایک شخصیت رنج و الم کا شکار تھی وہ تھا شیطان، گویا اس دن خوشی منانا، ایصالِ ثواب کیلئے مختلف تقریبات کا اہتمام کرنا عین رضائے باری تعالیٰ کے مطابق ہے اور حسد کی آگ میں جلنا، اور مختلف بہانوں سے ان تقریبات کو تنقید کا نشانہ بنانا شیطانی کام ہے۔

محترم قارئین! اللہ تعالیٰ نے جب عظیم نعمت عطا فرمائی تو کسی بھی نعمت پر تنقید کرنا اس میں عیب ڈالنا، تنقیص کرنا بھی بہت بڑی ناشکری ہے کیونکہ یہ طعن براہ راست منعم یعنی نعمت دینے والے پر ہوتا ہے چونکہ حضور اکرم ﷺ بحکم قرآنی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت

ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے بالاتر ہے بعینہ اس کی عظیم نعمت بھی تمام نقائص و عیوب سے پاک ہے اس اعتبار سے ذات رسول ﷺ میں عیب و نقص تلاش کرنا بھی نادانی و ناشکری کے ماسوا کچھ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کے تین تقاضے ہیں جنہیں پورا کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے۔

(۱) ادب رسول (۲) محبت رسول (۳) اتباع رسول۔

#### ادب رسول اللہ ﷺ :

ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب و لازم ہے کہ رحمت دوعالہم ﷺ کی ذات بابرکات کا ادب و احترام کیا جائے بقول علامہ اقبال علیہ الرحمۃ ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر است“ اور اگر اس کی تفصیل دیکھنا ہو تو قرآن حکیم کے چھ بیسویں پارہ میں سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات کی تفسیر دیکھ لیجئے تو پتہ چلے گا کہ بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب اور طور طریقہ کیا ہیں۔

#### محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

اس عظیم احسان کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات سے بے پناہ محبت کی جائے اور محبت کا قانون یہ ہے من احب شیئا اکثر ذکرہ، جب کسی کے ساتھ محبت ہو جائے تو شب و روز الغرض محبت کرنے والے کا ہر لمحہ محبوب کے ذکر میں گزرتا ہے اور اس کا بہترین وظیفہ درود شریف ہے کہ کثرت کے ساتھ آپ پر درود بھیجا جائے اور اس کثرت ذکر اور محبت کا انجام یہ ہے کہ رحمت دوعالہم ﷺ نے فرمایا المرء مع من احب وہ شخص قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔

#### (ج) اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

اس عظیم نعمت کی شکرگزاری کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی مکمل اتباع کی جائے ارشاد خداوندی ہے من یتبع الرسول فقد اطاع اللہ، جس نے رسول اللہ کی اتباع کی پس تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی گویا اتباع رسول ایک اعلیٰ صفت ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے دنیا و آخرت میں فتوحات کے دروازے از خود کھلتے چلے جاتے ہیں، ادب و محبت کے دعویدار تو بہت ہیں لیکن حقیقی معنوں میں سچا محبت وہی ہے جسے اپنے محبوب کی ہر ادا سے اتنا پیارا اور لگاؤ ہو کہ اس کی ذات محبوب کی اداؤں میں ڈھلتی چلی جائے آج ہم بھی محبت کے دعویدار ہیں بارہ ربیع الاول کے دن جہاں خوشی و شادمانی کا دن ہے وہاں یہ تجدید عہد کا دن بھی ہے آئیے اس دن ہم عہد کریں کہ ہم اپنی انفرادی، خانگی، اور معاشرتی زندگی کو اتباع رسول میں ڈھالنے کیلئے اپنی تمام توانائیاں خرچ کر دیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق و استقامت عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

## نعت

## حمد

سحابِ رحمتِ باری ہے بارہویں تاریخ  
کرم کا چشمہ جاری ہے بارہویں تاریخ  
ہمیں تو جان سے پیاری ہے بارہویں تاریخ  
عدو کے دل کی کناری ہے بارہویں تاریخ  
اسی نے موسمِ گل کو کیا ہے موسمِ گل  
بہارِ فصلِ بہاری ہے بارہویں تاریخ  
بنی ہے سرمہ چشمِ بصیرت و ایمان  
اٹھی جو گردِ سواری ہے بارہویں تاریخ  
ہزار عید ہوں ایک ایک لفظ پر قربان  
خوشی دلوں پہ وہ طاری ہے بارہویں تاریخ  
فلک پہ عرش بریں کا گمان ہوتا ہے  
زمینِ خلد کی کیاری ہے بارہویں تاریخ  
تمام ہو گئی میلادِ انبیاء کی خوشی  
ہمیشہ اب تری باری ہے بارہویں تاریخ  
جدھر گیا سنی آواز یا رسول اللہ  
ہر ایک جگہ اُسے خواری ہے بارہویں تاریخ  
عدوِ ولادتِ شیطان کے دن منائے خوشی  
کہ عیدِ عید ہماری ہے بارہویں تاریخ  
حسنِ ولادتِ سرکار سے ہوا روشن  
مرے خدا کو بھی پیاری ہے بارہویں تاریخ  
(مولانا حسن رضا خان قادری علیہ الرحمۃ)

تیرے لئے مخصوص ہیں یارب انواعِ تعریف  
حمد کی ہر صورت ٹھہری تیرا وصف شریف  
ارض و سما کا نور ہے تو اور پالتھار جہاں کا  
نہ کوئی تیرا سا جی ساتھی نہ کوئی تیرا حریف  
تیری مرضی سے اک ذرہ کوہِ گراں پر بھاری  
تیرے حکم سے ہاتھی پر ہے غالب مورخِ حیف  
تیری یکتائی پر شاہد ہر پتا ہر تنکا!  
ہر پتھر کے لب پر جاری تیری ہی توصیف  
اپنے کرم سے تو بندوں کو سیدھی راہ دکھائے  
تیرے کرم کو دعوت دے بندوں کا کارِ کشیف  
تو خالق تو ارحم اکرم مالک روزِ جزا کا  
تیرا ہر اک نام ہے سوہنا ہر اک رمزِ لطیف  
دل کی گہرائی سے واجد کر اللہ کی حمد  
کیوں ہو تر تو ذوقِ فانی کا اور کیوں ہو فکرِ ردیف  
(ولی محمد واجد مرحوم)

# مکاتیب الرحمن

علامہ مولانا غلام محمد سعیدی

## لغات القرآن

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
تقولوا	تم کہو	بل	بلکہ
یقتل	شہید کیا جائے	احیاء	زندہ، حسی کی جمع
سبیل	راہ	لکن	لیکن
اموات	مردہ	لَا تَشْعُرُونَ	تم شعور نہیں رکھتے

### رابط کلام:

سابقہ آیت میں اللہ کریم جل شانہ نے مومنوں کو حکم دیا کہ میرے دین کو قائم کرنے میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، چاہے دشمنانِ خدا کے مقابلہ کیلئے تمہیں اپنے مال و اسباب اور اولاد و جان کی قربانی دینا پڑے تو پیچھے نہ ہٹو، اس آیت میں یہ حکم ہے کہ تم اپنی جانیں راہِ خدا میں بچھاؤ اور مردہ نہ کہو بلکہ تمہیں یقین کرنا چاہیے کہ تمہارے شہید رب العزت کے حضور زندہ ہیں۔

### شان نزول:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ یہ آیت شہداء بدر کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ لوگ ان شہداء کے حق میں کہتے تھے کہ فلاں کا انتقال ہو گیا وہ دنیوی راحت

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَظْهَرَ مِنْ نُّسْخَةٍ  
حَقَائِقِهِ الدَّائِيَةِ الْكَمَالِيَّةِ نَقُوشَ الْعَوَالِمِ  
وَالْاَعْلَامِ وَاَخْرَجَ مِنْ نُورِهِ الْجَمْعَ  
الدَّائِيَّ اَنْوَاعَ الْحُرُوفِ وَالْكَلِمَاتِ  
وَالْكَلَامِ.

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ هُوَ فَاتِحُ  
بَابِ الْخَصْرَةِ فِي الْعِلْمِ وَالْعَيْنِ وَالْيَقِيْنِ  
سَيِّدُنَا مُحَمَّدٍ الَّذِي كَانَ نَبِيَّنَا وَاَدَمُ بَيْنَ  
الْمَاءِ وَالطَّيْنِ وَعَلٰی الْاِلٰهِ وَاَصْحَابِهِ  
الْمُتَخَلِّقِيْنَ بِخُلُقِ الْقُرْآنِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ  
بِاِحْسَانٍ اِلٰى اٰخِرِ الزَّمَانِ.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ  
اَمْوَاتٌ ۚ بَلْ اَحْيَاءٌ ۚ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ .

(البقرہ آیت ۱۵۳)

اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔



و آسائش سے محروم ہو گیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ تو بہر حال زندہ ہیں لیکن وہ کیسے زندہ ہیں؟ یہ حقیقت تمہارے فہم و شعور سے بالا ہے۔

اس لئے کہ عالم کی دو قسمیں ہیں:  
(۱) عالم کون (۲) عالم امر:

(۱) عالم کون: میں عام اجسام، درخت، پتھر سبھی ہیں ان کا وجود آہستہ آہستہ یا یعنی بتدریج ان کا وجود ظاہر ہوا۔

(۲) عالم امر: میں روح، ملائکہ، حور و غلمان سب شامل ہیں، یہ محض امر کن سے وجود میں آئے تدریجی نشو و نما سے ان کا تعلق نہیں ہے یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہو جاؤ تو یہ سب فوراً وجود میں آ گئے، آہستہ آہستہ ظاہر نہیں ہوئے پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ ان کا وجود ابدی ہے۔ (تفسیر الحسنات) اور اسی لیے جب جسم انسانی سے روح نکلتی ہے تو جسم کی کیفیت میں تبدیلی آتی ہے جسم بے حس ہو جاتا ہے، سانس نکل جاتی ہے، جس کے اعضاء ڈھیل پڑ جاتے ہیں، پھر وقفہ کے ساتھ عموماً اکڑ جاتے ہیں، یہ سب تغیر و تبدل جسم کے ساتھ خاص ہے۔ روح کی کیفیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی وہ جسم سے نکلنے کے بعد بھی اپنے وجود کی کیفیت میں مجازاً موجود رہتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر جسم راحت و جنت میں ہو تو روح آرام محسوس کرتی ہے بصورت دیگر عذاب اور تکلیف بھی روح محسوس کرتی ہے۔

او من کان میتا فاحییناء و جعلنا له نورا

یَمْشِیْ بِه فِی النَّاسِ۔

اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اسے روشنی عطا کی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے۔

(۲) یٰٰیہٰ الذّٰیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوا لِلّٰہِ

وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَا کُمْ لِمَا یَحِیْیْکُمْ۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فورا) حاضر ہو جاؤ جب تمہیں رسول اُس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کر دے گی۔

ہیں۔

### شہید کی تعریف:

جو مسلمان قاتل بالغ ہتھیار سے ظلماً مارا گیا یا میدان جنگ میں مردہ پایا گیا یا زخمی پایا گیا اور انہیں زخموں سے فوت ہو گیا تو اسے شہید کہتے ہیں۔

### شہید کے احکام:

شہید کو غسل اور نیا کفن نہ دیا جائے بلکہ اس کے اپنے کپڑوں میں ہی کفن دیا جائیگا، اسی حال میں اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور دفن کیا جائے گا۔

### مقام شہید:

آخرت میں شہید کا مقام بہت بلند ہے، مگر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے شہداء کو شہادت کے بعد اللہ کریم ایک نہایت اعلیٰ جسم عطا فرماتا ہے جب اس میں روح داخل ہوتی ہے تو وہ اپنے پہلے جسم کو دیکھتی ہے اور بولتی بھی ہے پھر حوریں آکر اسے لے جاتی ہیں، حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں رہتی ہیں اور جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں اور عرش الہی کے نیچے قندیلوں میں آرام کرتی ہیں۔

یہ تو شہید ہے آپ ذرا باعمل حافظ قرآن کا مقام ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے

شہداء کی زندگی بھی اسی تیسرے معنی میں ہے پہلے دو معنوں میں زندگی مراد نہیں ہے کیونکہ وہ معانی زندگی کے ہم عقل سے محسوس کر سکتے ہیں جبکہ قرآن کہتا ہے کہ تم اُن کی زندگی کا فہم عقل و شعور سے نہیں سمجھ سکتے، بلکہ ایسی زندگی مراد ہے جسے وحی سے سمجھایا جاسکتا ہے۔ اور اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے منکرین شہداء کے متعلق الزام تراشی کرتے تھے کہ وہ کسی دین کے احکام میں زندہ نہیں ہیں بلکہ دینی لحاظ سے تو وہ مردہ ہیں۔ تو اس پر اللہ کریم نے اُن کی تردید فرمائی کہ انہیں دین سے مردہ نہ کہو بلکہ وہ دین میں زندہ ہیں کیونکہ انھوں نے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانیں نچھاور کر دی

سکتی البتہ مختصر نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے،  
آپ فرماتے ہیں کہ شہداء کو زندگی کیوں ملی؟

(۱) اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگی اس لیے عطا فرمائی تاکہ انہیں  
ان کی شہادت کا ثواب پہنچایا جاسکے اور یہ اکثر مفسرین کا قول  
ہے، نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نیک لوگوں کی قبروں میں  
انہیں ثواب پہنچتا ہے۔

(۲) انہیں زندہ اس لئے فرمایا گیا کہ تم لوگ انہیں مردہ نہ کہو  
بلکہ انہیں زندہ شہید کے نام سے پکارو۔ اور یہ اس لئے کہ  
مشرکین نے شہداء کرام پر غلط الزام لگائے کہ وہ دین میں  
مردہ ہو گئے اللہ کریم نے فرمایا انہیں مردہ نہیں کہنا بلکہ وہ زندہ  
ہیں، انہیں دین میں بھی مردہ نہ کہو کیونکہ وہ دنیا میں بھی زندہ  
ہیں اور دین میں تو ان کی زندگی اعلیٰ قسم کی ہے اس لیے کہ  
مشرکین کو علم و شعور نہیں ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی  
خدمت میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والے کبھی نہیں مرتے،  
بلکہ وہ اپنے رب کریم کے خاص نور اور خصوصی طور ہدایت  
کا ملہ پر فائز ہو جاتے ہیں۔

### مشرکین کا طعنہ:

مشرکین کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ  
جہاد کر کے جو فوت ہو گئے (معاذ اللہ) وہ تو خود کشی کر جاتے  
ہیں اپنی زندگی برباد کر ڈالتے ہیں، کسی فائدہ و منفعت حاصل  
کیے بغیر دنیا کو الوداع کہہ دیتے ہیں اسی قسم کے اعتراض دہر

کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب حامل  
قرآن (باعل حافظ قرآن) مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم  
دیتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا، زمین عرض کرتی ہے اے  
رب کریم! میں اس کے گوشت کو کیونکر کھا سکتی ہوں اس لیے  
کہ اس کے سینے میں تیرا کلام ہے اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ  
جب حافظ قرآن اور شہید کا مقام اتنا بلند و بالا ہے تو انبیاء  
کرام علیہم السلام کا مقام کس قدر اعلیٰ و بالا ہوگا اور پھر حبیب  
خدا نبی الانبیاء سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ  
و مقام تو کسی طرح اندازے میں بھی نہیں آسکتا، سبحان  
اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

### حیاتِ شہداء:

اللہ تعالیٰ شہیدوں کو یہ زندگی موت و شہادت کے بعد عطا  
فرماتا ہے۔ ان کی روحوں کو رزق بھی ملتے ہیں، راحت  
و سکون بھی ملتا ہے۔ ان کے نیک اعمال بھی جاری رہتے ہیں،  
اجر و ثواب بھی جاری رہتا ہے بلکہ بڑھتا رہتا ہے۔ حدیث  
پاک کے مطابق شہداء کی روحوں سبز پرندوں کی شکل میں  
جنت کی سیر کرتی ہیں اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں  
اور یہ جملہ خصوصیات جسم کی ہیں زندگی کے بغیر یہ سب کچھ  
کیسے ممکن ہے؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں  
حیاتِ شہداء پر بڑی شرح و بسط سے کلام کیا ہے اور کئی دلائل  
پیش کیے ہیں ان کی پوری تقریر تو اس مختصر مضمون میں نہیں سہا



وہ خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعت اور فضل پر۔  
 یستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم۔  
 اپنے پچھلوں کے متعلق جو ابھی ان سے نہیں ملے  
 یہ بشارت پا کر خوش ہوتے ہیں۔  
 یہ آیات مقدسہ بھی ان کی برزخی حیات (قبر کی زندگی)  
 پر دلالت ہیں۔ حدیث نبوی ہے:

القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من  
 حفر من النار۔

قبر جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا ہے۔ اسی طرح قبر میں نیکی کے  
 ثواب اور برائی کے عذاب پر اس قدر ہیں کہ حد تو اترو کو پہنچ جاتی  
 ہے اور متواتر کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ نبی کریم علیہ الخیر  
 والتسلیم نماز کے آخر میں دعا مانگتے تھے۔ اعوذ بك من  
 عذاب القبر۔ اے اللہ میں تجھ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا  
 ہوں جبکہ حیات کے بغیر عذاب اور ثواب متصور نہیں، انسان کا  
 جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ جاتا ہے اور ہڈیاں بھی ریزہ ہو کر  
 خاک ہو جاتی ہیں پھر عذاب اور ثواب کیا صرف روح کو ہوتا  
 ہے؟ اس میں تحقیق یہ ہے کہ انسان کے بدن کے اصلی جز کو اللہ  
 تعالیٰ ہر حال میں قائم رکھتا ہے اور اس جز کے ساتھ روح متعلق  
 ہو جاتی ہے اور عذاب اور ثواب کا ترتیب روح اور بدن کے اس  
 جز پر ہوتا ہے لیکن دنیاوی احکام میں یہ مردہ ہوتے ہیں۔

☆☆☆

یہ لوگ بھی کر سکتے ہیں جو مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے  
 منکر ہیں۔ اللہ کریم جل جلالہ نے ارشاد فرمایا اے ایمان  
 والو! تم مشرکوں کی طرح شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ یقین جانو کہ وہ  
 زندہ ہیں اور جنت میں بھی انہیں زندگی ملے گی، ثواب اور  
 نعمتوں کے فوائد بھی حاصل کریں گے اور وہ وقت زیادہ دور نہیں  
 ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم۔  
 بے شک نیکی کرنے والے ضرور (جنت کی) راحت  
 میں ہیں اور یقیناً بدکار لوگ ضرور جہنم میں۔

نیز فرمایا: احاط بہم سراح فہا انا اعتدنا للظالمین  
 نار۔ (بے شک ہم نے ظالموں کے لئے (ایسی) آگ تیار  
 کی ہے جس (کے) شعلوں کی چار دیواری (ہر طرف سے)  
 انہیں گھیر لے گی)۔ جبکہ منافقین کے متعلق ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ  
 النَّارِ۔

بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ  
 میں ہوں گے۔

پھر اگر شہید کو زندہ نہ مانیں تو بل احياء کا کیا معنی  
 ہے؟ نیز لا تشعرون کا معنی کیا ہے؟

اسی طرح ال عمران میں ارشاد فرمایا:

یستبشرون بنعمة من الله و فضل۔



# خوشہ حالی نور

سید سعید احمد شاہ قادری

تشریح:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ:  
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لِي قَرَابَةٌ أَصْلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي  
وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسَيِّئُونَ إِلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ  
وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ، فَقَالَ: لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ،  
فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمْ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ  
ظَهْمِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَٰلِكَ۔

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے رشتے  
دار ایسے ہیں کہ میں تو ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں  
وہ قطع رحمی کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ حسن  
سلوک کا برتاؤ کرتا ہوں، لیکن وہ بے مروتی کرتے  
ہیں اور بردباری اختیار کرتا ہوں لیکن وہ جہالت کا  
مظاہرہ کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
فرمایا اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تو تو ان کے  
منہ میں گرم خاک ڈال رہا ہے اور اللہ کی طرف سے  
ہمیشہ ان کے خلاف تیرا مددگار تیرے ساتھ رہے گا  
جب تک تو اس حالت میں رہے گا۔

(صحیح مسلم)

اس حدیث مبارکہ میں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے  
کا حکم ہے کہ چاہے وہ قطع تعلقی کا شیوہ اپنائیں یا بے مروتی کا، تمہارا  
ان سے حسن سلوک اور صلہ رحمی ان کی خاطر نہیں بلکہ رب کی رضا کی  
خاطر ہونی چاہیے، اس ارشاد بامراد سے ہمیں پتھر کا جواب پتھر سے  
دینے کی بجائے پتھر کا جواب پھول سے دینے کی تعلیم دی جا رہی ہے  
اور ساتھ ہی یہ بشارت بھی ہے کہ اگر تم ان کے اس ناجائز رویے پر  
بھی حسن سلوک کا مظاہرہ کرو گے تو ایسے سمجھو کہ جیسے تم ان کے منہ  
میں خاک ڈال رہے ہو۔ مطلب یہ کہ وہ تمہارے قرابت دار ہیں اور  
وہ تمہارے نیک سلوک کے احسان مند نہیں ہوتے اور تمہارے  
احسان کا شکریہ ادا نہیں کرتے تو گویا کہ وہ یہ ناجائز کام کر رہے ہیں تو  
یہ تمہاری دی ہوئی چیز ان کے پیٹ میں گرم خاک کی طرح ہے۔

صلہ رحمی سے متعلق سات انمول فائدے:

(۱) رزق میں کشادگی کا سبب:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق  
میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے تو اس کو  
چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۷)

”وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ“ والی زبان حق ترجمان سے اللہ رب العزت نے کیسی پیاری خوشخبری سنائی کہ اگر تم صلہ رحمی کرو گے تو آخرت میں تو درجات بلند ہو گے ہی مگر دنیا میں بھی عمر دراز کر کے اور رزق میں فراخی کر کے اس کا بدلہ تمہیں دوں گا۔

## (۲) ”رحم“ کس سے ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رحمِ رحمن کی رحمت کے آثار میں سے ایک اثر ہے، اللہ تعالیٰ نے (رحم سے) فرمایا جو تجھ سے ملاپ رکھے گا میں اس سے ملاپ رکھوں گا اور جو تجھ سے منقطع ہوگا میں اس سے منقطع ہوں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۹۸۸)

یعنی قرابتِ رحم کی رعایت واجب و لازم ہے کیونکہ اس کا تعلق ربِ رحمن کے شعبۂ رحمت سے ہے۔

## (۳) قطعِ رحمی سے بچنے کا مقام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور تخلیق سے فارغ ہوا (یعنی جب اُسے پورا اور مکمل کر لیا) تو رحم (پیٹ) رحمان کا دامن پکڑ کر کھڑا ہو گیا، رب تعالیٰ نے فرمایا کیا ہے؟ (یعنی تو کیا چاہتا ہے؟) تو رحم نے عرض کیا یہ اس کی جگہ ہے جو تیرے ساتھ توڑے

جانے سے پناہ لے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تو اس سے راضی نہیں کہ میں اسے جوڑوں جو تجھے جوڑے اور اسے توڑ دوں جو تجھے توڑے عرض کیا کیوں نہیں یا رب! تو اللہ نے فرمایا ایسے ہی ہوگا (یعنی جو صلہ رحمی کرے گا اس پر احسان و انعام کروں گا اور جو قطعِ رحمی کرے گا اس سے انعام و احسان واپس کر لوں گا) (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۴۷)

## (۴) کاملِ صلہ رحمی:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص نیکی کے بدلہ نیکی کرے وہ رشتہ جوڑنے والا نہیں ہے لیکن رشتہ جوڑنے والا وہ ہے جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ رشتہ جوڑے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۹۱)

مطلب یہ ہے کہ کامل طور پر صلہ رحمی یہ نہیں کرے کہ وہ بھی رشتہ داروں سے اس لئے احسان کرے اور اچھا سلوک کرے کہ وہ بھی احسان کرتے ہیں بلکہ جو اس مردی یہ ہے کہ اپنا حق ہی طلب نہ کیا جائے اور دوسروں کا حق ادا کر دیا جائے، صرف اپنے حقوق کا تحفظ کرنا انصاف کہلاتا ہے جبکہ اپنے حقوق کو بھی دوسروں پر نچھاور کر دینے کا نام ایثار ہے اور یہی مطلوب ہے۔

## (۵) فوت شدہ والدین کے ساتھ نیکی:

حضرت ابواسد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے

ہم رشتہ داروں سے فقط اللہ کی رضا کے لئے محبت کرتے ہیں؟ کیا ہم فوت شدہ والدین کے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں؟

### (۷) رشتہ داروں پر خرچ کرنا:

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ پہلو تہی کرنے والے مخالف رشتہ دار پر صدقہ کرنا ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۷۰)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رشتہ دار پر صدقہ کرنے کا دوسرے درجہ دگنا اجر دیا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۸ ص ۲۰۷)

قارئین کرام! رب تعالیٰ کس قدر مہربان اور رحیم ہے کہ اسی کی دی ہوئی دولت کو اگر ہم اس کے بتائے ہوئے طریقے پر لگائیں تو دو گنا تو کیا چو گنا بدلہ عنایت فرماتا ہے۔ رشتہ داروں کو صدقہ دینے سے صدقہ کا ثواب بھی مل جاتا ہے اور صلہ رحمی بھی ادا ہو جاتی ہے۔ خدایا! ہمیں کامل صلہ رحمی کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (امین)

☆☆☆☆

ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو مسلمہ سے ایک شخص نے آکر پوچھا یا رسول اللہ! ماں باپ کے فوت ہونے کے بعد بھی میں ان کے ساتھ کوئی نیکی کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! ان کی نماز جنازہ پڑھو، ان کے لئے استغفار کرو اور ان کے بعد ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرو، اور ان کے رشتہ داروں سے تعلق جوڑو اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۵۱۴۲ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۶۶۶)

اس فرمان پر کتنا نشان میں والدین کے ساتھ نیکی کو ان کے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑنے کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔

### (۶) اعمال ناقابل قبول!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہر جمعرات کو جمعہ کی شب بنو آدم کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ جو شخص رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والا ہو اس کا عمل قبول نہیں ہوتا۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۴۳)

اللہ اکبر! کتنی سخت وعید ہے قطع تعلق کرنے والے کے لئے، اور کتنا بدنصیب ہے وہ شخص کہ جس کا کوئی عمل ہی قابل قبول نہ ہو! آمین خدایا! اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہیں ہم بھی اپنے رشتہ داروں سے قطع رحمی تو نہیں کر رہے؟ کیا ہم رشتہ داروں کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں؟ کیا



# حسنِ ازل کی تجلّیِ اوّل

علامہ مولانا محمد اعظم اکبری

ملاحظہ ہوں:

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (الحمدید)

وہی اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

حکیم الامت، حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی نے اپنے حاشیہ قرآن میں لکھا ہے کہ یہ پانچوں صفات (اول، آخر، ظاہر، باطن اور ہر چیز کو جاننا) جس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بعینہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی ہیں کیونکہ آپ اوّل مخلوق ہیں اور آخر میں ظاہر ہوئے ہیں، نور محمد (علیہ التحیۃ والثناء) سب پر ظاہر ہے جبکہ حقیقت محمدیہ تک کسی عقل کی رسائی نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مومن و کافر کو جانتے ہیں (نور العرفان) کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرے سے باہر تشریف لائے اور آپ کے مقدس ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں فرمایا کیا تم جانتے

اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ نے تمام پیغمبروں حتیٰ کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام بلکہ ساری مخلوق اور تمام کائنات سے پہلے اپنے حبیب اور ہمارے طبیب حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور پاک کو اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر کسی سبب کے پیدا فرمایا یعنی ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغیر کسی سبب کے پیدا فرمایا یعنی ہمارے پیارے رسول حبیب خدا، شافعِ روز جزا، مصدرِ کائنات اور مرکز کائنات ہیں۔ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجددِ دین و ملت حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلی نے کیا خوب منظر کشی فرمائی ہے۔

یہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

امام اہلسنت غزالی زماں، رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے ہزاروں مرتبہ کہا ہے، کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا اور خدا کرے یہی کہتے کہتے مرجاؤں کہ حسنِ ازل کی تجلّیِ اول میرے مصطفیٰ ہیں“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول ہونے پر قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل موجود ہیں، اس سحر بے کنار سے چند دلائل وشواہد

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ نبوت میں اوّل ہیں، چنانچہ حدیث پاک ہے۔ کُنْتُ نَبِيًّا وَاَدُمُ لِمُنْجَدِلٍ فِيْ طَبِئَتِهِ۔ ”میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم اپنے خمیر میں تھے۔“

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزِ ميثاق سب سے پہلے جواب دینے والے تھے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰی شَهِدْنَا۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے ”وَاَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ، وَبِذٰلِكَ اُمرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ“ اللہ پر جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اس کے حکم کی تعمیل کی ان میں سب سے پہلا مسلمان میں ہوں۔

(۵) سب سے پہلے آپ قبر سے باہر آئیں گے۔

(۶) قیامت کے دن سب سے پہلے آپ مجدہ ربز ہونگے۔

(۷) پہلے باب شفاعت آپ کھولیں گے۔

(۸) سب سے پہلے جنت میں آپ جائیں گے۔ (مدارج النبوت جلد ۷)

### دوسری دلیل:

ارشادِ ربّانی ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے محبوب) مگر رحمت

سارے جہانوں کے لئے ”مفسرین کرام نے جا بجا

لکھا ہے کہ یہاں تقدیری عبارت کچھ اس طرح سے

ہے۔

وما ارسلنک فی حال من الاحوال الا حال

کونک راحما للعلمین۔

ہو کہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ہی ارشاد فرمادیں تو فرمایا یہ کتابیں رب العالمین کی طرف سے آئی ہیں جو کتاب میرے دائیں ہاتھ میں ہے اس میں اہل جنت کے نام مع ولدیت و قبائل درج ہیں پھر اس کے آخر میں ان کی اجمالی تعداد ہے۔ جس میں کبھی ترمیم و اضافہ نہ ہوگا، پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا اس میں دوزخیوں کے نام اور ان کے آباء و اجداد اور ان کے قبیلوں کا اندراج ہے اور آخر میں ان کی اجمالی فہرست ہے کبھی بھی ان میں کمی بیشی نہ ہوگی۔

(ترمذی و مشکوٰۃ ص ۲۱)

چنانچہ شیخ محقق مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ کلمات اعجاز، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور حمد و ثناء پر مشتمل ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و صفت کو بھی شامل ہیں۔ (مدارج النبوت) کیونکہ حق تعالیٰ نے ان اوصاف کے ساتھ آپ کی توصیف فرمائی ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے خوب ترجمانی فرمائی ہے۔

وہی ہیں اوّل ، وہی ہیں آخر

وہی باطن ، وہی ہیں ظاہر

انہیں سے عالم کی ابتداء ہے

وہی رسولوں کی انتہا ہیں

**آپ ﷺ کے اوّل ہونے کی وجوہ:**

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولیت اس بناء پر ہے کہ آپ کی

تخلیق موجودات میں سب سے اوّل ہے حدیث شریف میں ہے

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِيْ۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور

کو وجود بخشا۔

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے جبریل نے حاضر ہو کر مجھے

یوں سلام کیا:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ظَاهِرَ السَّلَامِ عَلَيْكَ يَا  
بَاطِنَ۔

میں نے فرمایا! اے جبریل یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں

اُسی کو لائق ہیں، جبریل عرض کرتے ہیں آقا!

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان صفات سے فضیلت بخشی:

وَسَمَّاكَ بِالْأَوَّلِ لِأَنَّكَ أَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ خَلْقًا  
وَسَمَّاكَ بِالْآخِرِ لِأَنَّكَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ فِي الْعَصْرِ  
وَحَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَى آخِرِ الْأُمَمِ۔

آپ صلی اللہ علیہ کا نام اول رکھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم تخلیق کے اعتبار سے سب انبیاء سے اول ہیں

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ”آخر“ رکھا کیونکہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانہ میں سب انبیاء سے

مؤخر اور خاتم الانبیاء ہیں۔

تیسری دلیل:

اللہ جل و شانہ کا حکم برحق ہے:

قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَنُسِكْتُ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ  
رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ  
وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ۔

اے حبیب فرما دیجئے بے شک میری نماز اور میرا حج

و قربانی (سب عبادات) اور میرا جینا اور (اس دنیا

سے) پردہ کر جانا اللہ ہی کے لئے ہے جو رب ہے

”اے محبوب! نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر اس

حال میں کہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحم کرنے والے ہیں“ جب

یہ ثابت ہو گیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام جہانوں کے لئے رحم

کرنے والے ہیں تو اس کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ تمام جہان

بلکہ ساری کائنات اور ماسوی اللہ ہمارے رسول کریم علیہ التحیۃ

والتسلیم کی رحمت کے محتاج ہیں اور اصول فطرت یہ ہے کہ جس کی

احتیاج ہو اس کا ضرورت مند سے پہلے ہونا ضروری ہے مثلاً اللہ

تعالیٰ نے انسانی زندگی کی ضروریات کو اس سے پہلے بنایا۔ بعینہ

محتاجانِ رحمت سے پہلے رحمت کا ہونا مقتضی فطرت ہوا، لہذا حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھرت رحمت تمام جہانوں بلکہ ساری کائنات

و مخلوقات سے پہلے جلوہ گر ہوئے (مقالاتِ کاظمی) مزید برآں یہ

کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بایرکات

عالمین کے وجود اور ظہور کا سبب ہے جبکہ یہ قاعدہ ہے کہ سبب،

متبب سے پہلے ہوتا ہے اس وجہ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا تمام کائنات سے پہلے ہونا یقینی امر ہے، بقول اعلیٰ حضرت علیہ

الرحمۃ:

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر

عیاں ہوں معنی اول و آخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر

جو سلطنت آگے کر گئے تھے

أَنْتَ الْأَوَّلُ:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول



سلام پڑھنے والے حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ  
و حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔

(دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۶۲)

### چوتھی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکماً فرمایا:

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ۔

(الانعام: ۴)

فرمادیجئے (اے حبیب) مجھے حکم یہ ہے کہ میں سب  
سے پہلے مسلمان ہوں۔

یہ آیت بآنگِ دہلِ اعلان کر رہی ہے کہ آپ کو یہ حکم بہت پہلے کسی  
اور جہاں میں دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں اسلام  
لانے والوں میں سے پہلے اسلام لا کر اول قرار پائے، چنانچہ  
عارف باللہ امام احمد بن محمد مالکی المتوفی ۲۴۱ھ فرماتے ہیں۔  
فَهُوَ أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى الْإِطْلَاقِ۔

(تفسر صلی ج ۲ ص ۷)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغیر کسی قید و حد  
کے تمام مخلوق سے پہلے جلوہ گری ہوئی تھی۔

### نورِ خدا کے جلوے!

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(۱) أَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ وَ كُلُّهُمْ مِنْ نُورِي۔

(فصول الحکم اردو ص ۴۸)

میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور وہ سب کے سب  
میرے نور سے ہیں۔

سارے جہانوں کا، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی  
حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اس آیت کریمہ کے آخری جملے سے ثابت ہوا کہ ہمارے

پیارے رسول اکرم نور مجسم خاتم الانبیاء تمام مسلمانوں یعنی اللہ تعالیٰ  
کے ماننے والوں، فرشتوں، جوروں، جنوں انسانوں، عرش و کرسی اور  
روح و قلم یعنی ہر چیز سے پہلے اللہ کو ماننے والے ہیں، آپ کا سب  
سے پہلے مسلمان ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ سب سے اول  
ہیں۔ آیت مندرجہ بالا کے تحت صاحب تفسیر عرکس البیان جلد ۱ ص  
۲۳۸ پر ارقام فرماتے ہیں۔

وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ أُشَارَةٌ إِلَى تَقَدُّمِ رُوحِهِ وَ  
جَوْهَرِهِ عَلَى جَمِيعِ الْكَوْنِ۔

اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حضور صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک اور ذات اقدس تمام  
کائنات سے پہلے ہے۔

### السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلُ:

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ شیخ محقق متوفی ۵۲۰ھ اور علامہ  
عثمان ابن حسن خویری نے حدیث روایت کی ہے کہ شبِ معراج  
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جماعت پر گزر ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ سلام عرض کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آخِرُ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سلام کا جواب  
عنایت فرمایا، تو جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا یہ

(۲) وَمِنْ نُورِي خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ۔

(مطالع المسرات ص ۱۲۹)

اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو میرے نور سے پیدا فرمایا ہے۔

(۳) امام ابن جوزی (جن کو مخالفین بھی اپنا امام گردانتے ہیں) وہ

لکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وَمِنْ نُورِي خَلَقَ

جَمِيعَ الْكَائِنَاتِ، (امیلا دالبیوی) یعنی اللہ تعالیٰ نے ساری

کائنات کو میرے نور سے بنایا ہے۔

قدیموں کے ذرے بھی ستارے:

کسی مومن مسلمان کو اس بات پر قطعاً کوئی شک نہیں کہ تمام

کائنات کا صدور، اول الخلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

ہوا ہے۔ لیکن کرم ہالائے کرم تو دیکھیں کہ بعض احادیث میں محض

شریعت و کرامت کے لئے خصوصیت کے ساتھ تمام مومنوں اور

کچھ غلاموں کا نام بھی ذکر ہوا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا:

أَنَا أَوَّلُ مَنْ نُورِ اللَّهُ وَالْمُؤْمِنُونَ مِنْ فَيْضِ نُورِي

(روح البیان ج ۵ ص ۵۲۹)

میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور سارے مومن میرے نور

کے فیض سے ہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ

نے مجھے نور سے بنایا ہے اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے نور سے

بنایا اور عمر و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور

سے اور میری امت کے تمام مومن مردوں کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نور سے اور تمام مومنہ عورتوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے نور سے بنایا ہے، پس جو کوئی مجھ سے اور ابو بکر و عمر و عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہم سے عقیدت نہیں رکھتا فَمَالَهُ، مِنْ نُورٍ۔ اس کے لئے

کوئی نور نہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ، نُورًا فَمَالَهُ، مِنْ نُورٍ۔

اور جس کے لئے اللہ نور نہ بنائے تو اس کے لئے کوئی

نور نہیں۔

پانچویں دلیل:

اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میرے حبیب! آپ اعلان فرما

دیں وَأَمْرٌ لَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ (الزمر) اور مجھے حکم

ہے کہ میں ہوں سب سے پہلے حکم بردار، مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ

اللہ علیہ کچھ یوں رقمطراز ہیں۔

صوفیاء، (اہل اللہ) فرماتے ہیں کہ سارے عالم میں سب سے پہلے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عابد ہیں آپ ولادت شریفہ سے پہلے

عالم ارواح میں بھی عابد تھے۔ (انوار العرفان)

قارئین کرام! بغرض محال اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

ساری مخلوق سے پہلے نہ مانا گیا تو پھر جو کوئی تخلیق میں آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے اول ہوگا، اول مسلمان ہونے کا اصلی حقدار بھی

وہی قرار پائے گا حالانکہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ کثیرہ

سے یہ ثابت ہے کہ قدرت الہی کے شاہکار اول آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ہیں اور حسن ازل کی تخلیق اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی

ذات گرامی درجات ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور الہی کا جلوہ

ماننا ہی روح قرآن وحدیث ہے۔

☆☆☆☆



## محبتِ رسول ﷺ جانِ ایمان

علامہ مولانا عبدالرشید شاہ ہاروی

ہے لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ  
وولده والناس اجمعین۔

(مسلم، اشعۃ المذہبات ج ۱ ص ۲۱۵)

تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا  
جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی  
اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب اور عزیز نہ  
ہو جاؤں ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد  
بامراد سے معلوم ہوا کہ محبتِ مصطفیٰ جانِ ایمان اور  
اصلِ ایمان ہے۔“

### مسلمان کی زندگی کا راز:

ہر انسان آکسیجن سے سانس لیتا ہے لیکن مسلمان کی سانس  
کا دوسرا نام عشقِ رسول ہے۔ ہر انسان پانی پی کر جیتتا ہے لیکن  
مسلمان حبِ رسول کی آب و ہوا میں زندہ رہتا ہے ہر انسان آنکھ  
سے دیکھتا ہے لیکن مسلمان کی آنکھ کا سرمہ خاکِ مدینہ و نجف  
ہے۔ ہر انسان کے پہلو میں دل دھڑکتا ہے لیکن مسلمان کے دل  
کی دھڑکن یادِ رسول ہے۔ ہر انسان کی رگوں میں خون دوڑتا ہے  
لیکن مسلمانوں کی رگوں میں محبتِ رسول گردش کرتی ہے۔ ہر  
انسان زندگی کو زندگی سمجھ کر بسر کرتا ہے لیکن مسلمان خدا و رسول کی  
خوشنودی کیلئے زندگی گزارتا ہے ہر انسان آزادی کا خواہاں ہے

مسلمانوں کے نزدیک تعلیم نبی کی نوک تاج شاہی سے  
زیادہ معزز و محترم ہے ان کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا  
نقش کف پا سجدہ گاہ ہے۔ اہل اسلام کہکشاں کو آپ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کی دھول سمجھتے ہیں، اربابِ کلی کی  
چمک کو تبسمِ رسول کا صدقہ سمجھتے ہیں، صاحبانِ نظر کے عقیدے  
میں آپ حیاتِ ان کے تلووں کا دھوون ہے، خلعتِ شاہی آپ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کی اترن ہے، دیارِ حبیب کے  
کوچے جنت کے باغیچے ہیں بلکہ دردمندان ہر اس شخص کو اپنا  
امام سمجھتے ہیں جو ان کی گلی کا گدا ہو، حبِ رسول اور عشقِ مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ متاعِ عزیز ہے جس کے سہارے  
مسلمان زندہ ہیں ورنہ زندگی کا جوازی کیارہ جاتا ہے؟

اک عشقِ مصطفیٰ ہے اگر ہو سکے نصیب

ورنہ دھرا ہی کیا ہے جہاں خراب میں

ارشادِ رب العالمین ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ  
فاتبعونی یحبکم اللہ (پ ۳، آیت ۱۲) ”اے محبوب! فرما  
دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا  
محبوب بنالے گا“ درحقیقت جس طرح اطاعتِ مصطفیٰ، اطاعتِ  
خدا ہے۔ کلامِ مصطفیٰ، وحیِ خدا ہے، بعینہ محبتِ مصطفیٰ ہی محبتِ خدا  
ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان

ہے کرم کی اک نظر ہم پر خدا را یا رسول اللہ  
میں تمہارا ہوں تمہارا، تمہارا یا رسول اللہ

### محبت رسول ﷺ کے کرشمے:

یہ محبت رسول ہی تو ہے جس نے کبھی تو عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگ کے انگاروں پر لیٹنے پہ مجبور کر دیا اور کبھی کڑی دھوپ میں وزنی پتھر پیٹھ پر اٹھا کر سخت تکلیف برداشت کرنے پر، آئیں ذرا اسی محبت کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

### حبِ نبی میں زندگی کیسے گزر گئی؟

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ صحابی رسول حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ نظر آ گئی۔ آپ نے دیکھا کہ پوری پشت مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان ہیں، دریافت فرمایا کہ اے خباب! یہ تمہاری پیٹھ میں زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین آپ کو ان زخموں کی کیا خبر؟ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ننگی تلوار لے کر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر کاٹنے کے لئے دوڑتے پھرتے تھے، اس وقت ہم نے محبت رسول کا چراغ اپنے دل میں جلایا اور مسلمان ہوئے اس وقت کفار مکہ نے مجھ کو آگ کے جلتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا، میری پیٹھ سے اتنی چربی پگھلی کہ کوئلے بجھ گئے اور میں گھٹنوں بے ہوش رہا مگر رب کعبہ کی قسم! کہ جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے میری زبان سے کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ نکلا امیر المؤمنین حضرت خباب کی مصیبت سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ اے

لیکن مسلمان غلامی رسول کا طلبگار ہے، ہر انسان موت سے خوفزدہ رہتا ہے لیکن مسلمان شہادت کی آرزو رکھتا ہے ہر انسان نفع و نقصان کے حوالے سے سوچتا ہے لیکن مسلمان ہر چیز کو عقیدہ و ایمان کے ترازو میں تولتا ہے ہر انسان اپنی ناموس کی فکر میں رہتا ہے لیکن مسلمان اپنی جان کو حرمتِ رسول پر لٹا دینے کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے۔

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی مگر میں باوجود اس کے، مسلمان ہو نہیں سکتا نہ جب تک کٹ مروں میں خولجہ بطحا کی عزت پر خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

### علاماتِ محبت رسول ﷺ:

محبت کی کئی علامات ہیں مثلاً محبوب کا ذکر کثرت سے کرنا، محبوب کا عیب سننے سے کانوں کا بہرہ اور عیب دیکھنے سے آنکھوں کا اندھا ہو جانا، ہر آن محبوب کے نقشِ قدم پر چلنا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے کی سب سے اعلیٰ و اعظم علامت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی ہے، سنتوں پر عمل پیرا ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اپنانا اور درود شریف کو روزِ بیاں رکھنا ہی وہ اعمال ہیں جن سے محبت رسول نصیب ہوتی ہے، تو پھر ایسے عشاق کے سامنے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں ان کے جسم کا پنے لگتے ہیں اور وہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کر کے یوں عرض کتناں ہوتے ہیں!



اپنا دست شفقت پھیرتے ہوئے فرماتے تھے کہ عمار طیب  
ومطیب یعنی پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔ (اکمال)

کسی نقش پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں:

حضرت علی بن ربیعہ سے روایت ہے کہ میں حضرت علی شیر  
خدا اکرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے پاس  
سواری کیلئے ایک چوپایہ لایا گیا آپ نے اس پہ سوار ہوتے  
ہوئے دعا پڑھی اور پھر ہنس پڑے میں نے فرمایا میں نے حضور  
علیہ السلام کو بھی ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ ارے شانِ محبت  
تو ملاحظہ فرمائیے کہ جس مقام پہ مصطفیٰ کریم مسکرائے ہیں اسی  
مقام پہ بغیر کسی دوسری وجہ کے عشاق بھی مسکراتے نظر آئے  
ہیں۔ مزید برآں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ میں  
نے حضور علیہ السلام سے ہنسنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا:

ان ربك ليس عجب من عبده اذا قال رب

اغفر لي ذنوبي انه لا يغفر الذنوب غيرك۔

بے شک تیرا رب اس بندے سے خوش ہوتا ہے جب

وہ یہ (مذکورہ) کلمات کہتا ہے کہ ”اے اللہ میرا گناہ

بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی بھی گناہ بخشنے والا

نہیں۔“

### نسبت سے بھی محبت:

حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت  
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کا  
وظیفہ تین ہزار مقرر کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خباہ! گرنا اٹھاؤ میں تمہاری اس پیٹھ کی زیارت کروں گا، اللہ  
اللہ! یہ پیٹھ کتنی مبارک و مقدس ہے جو محبتِ رسول کی بدولت آگ  
میں جلائی گئی ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ تذکرہ خباہ)

### اے آگ ٹھنڈی ہو جا!

اس طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب  
اپنی محبتِ رسول کا اعلان سر عام فرمایا تو مخالفین نے چوب اور  
کوڑوں کی مار سے آپ کو ٹھنڈا کر دیا لیکن:

وہ جفا کرتے رہے ہم وفا کرتے رہے

اپنا اپنا فرض تھا دونوں ادا کرتے رہے

پھر آگ کے دہکتے ہوئے کونکوں پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیٹھ  
کے بل لٹا دیا گیا مگر آپ استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت  
قدم رہے اور محبتِ رسول کا پکا اپنے گلے میں لٹکائے ہی رکھا،  
اسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قریب سے  
گزرے تو حضرت عمار نے یا رسول اللہ! کہہ کر آپ کو پکارا، عمار  
کی یہ مصیبت دیکھ کر رحمتِ عالم کے سینے میں شیشے سے زیادہ  
صاف اور ریشم سے زیادہ نرم و نازک دل صدموں سے چور چور  
ہو گیا اور فرمایا:

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ عِمَارٍ كَمَا

كُنْتُ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ۔

یعنی اے آگ! تو عمار پر اسی طرح ٹھنڈک اور سلامتی

والی بن جا جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر

ٹھنڈک اور سلامتی والی بن گئی تھی۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمار کے زخموں پر

خون کو جمع کر کے پی گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت کرنے پر عرض کیا آقا! وہ تو میں پی چکا ہوں، اللہ کے پیارے حبیب نے فرمایا:

اذھب فقد احررت نفسك من النار۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲)

قارئین کرام! ہر جاندار کا بہتا ہوا خون حرام ہے تو انسان کا خون بدرجہ اولیٰ حرام ہے لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے جسم اقدس سے بہا ہوا خون مبارک حرام نہیں بلکہ موجب اجر و ثواب ہے۔

### واجب القتل سوچ:

ہم جب کسی گستاخ رسول کو واجب القتل قرار دیتے ہیں تو یہ فتویٰ محض ایک فرد ایک آدمی اور ایک انسان کے خلاف نہیں بلکہ وہ سوچ واجب القتل ہے جو دلوں سے احترام رسول فناء کرتی ہے۔ وہ ذہنیت واجب القتل ہے جو گستاخی رسول کا سوچتی ہے وہ قلم واجب القتل ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لکھتا ہے اور وہ زبان واجب القتل ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بکتی ہے اور پیغمبر بھی ایسا کہ جو محض مسلمانوں کا نبی ہی نہیں بلکہ انسانیت کا محسن بھی ہے ایسے پیغمبر کی محبت اور احترام کا ختم کرنا وقار انسانی کی توہین اور شرف آدم کی گستاخی ہے کیونکہ:

ہے حیاتِ جاوداں دیتا ہے دنیا کو پیام اُن کا

کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار مقرر کیا جس پر حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پہ کس وجہ سے فضیلت دی ہے تو حضرت عمر نے جواب دیا۔

کیونکہ ”زید“ تمہارے باپ سے زیادہ اور ان کے بیٹے اسامہ تم سے زیادہ حضور علیہ السلام کو محبوب تھے تو اسی لئے میں حضور علیہ السلام کے محبوب ترین کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے، بوقتِ وصال بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسامہ کے لئے دعا فرما رہے تھے۔

### یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے:

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قبیلہ مزینہ کے ایک گروہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کریں، ذرا اس عاشق رسول کا انداز محبت تو ملاحظہ فرمائیں کہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیض مبارک کھلی تھی یا قمیض کا بٹن کھلا ہوا تھا میں نے موقع کو غنیمت جانا۔

فادخلت یدی فی حیب قمیصہ۔

اور اپنا ہاتھ کرتے کے گریبان میں ڈال کر مہرِ نبوت کو

(مواہب لدنیہ)

چھولیا۔

### خون بھی پی لیا:

ایک مرتبہ سرورِ جہانناں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے تو اس وقت آپ کے پاس ایک قریشی غلام موجود تھا ارے اس غلام مصطفیٰ کا تو دیکھیں پچھنے کے بعد نکلنے والے کو

# تیری حیاتِ پاک کا ہر لمحہ پیغمبر لگے

محمد ذوالقرنین شاہ متعلم ادارہ ہذا

کا ترازو اور اپنی پسند کا پیمانہ لے کر آئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو بڑی ہی جانچ پڑتال اور احتیاط کے ساتھ تو لیں اور کڑے معیار کے ساتھ ناپیں اور نتیجہ مرتب کریں تو یقیناً ان کا داعیہ فطرت اور مفتی دل پکاراٹھے گا کہ:

تیری حیاتِ پاک کا ہر لمحہ پیغمبر لگے

ہماری طرف سے کوئی قید نہیں کہ وہ فقط زمانہ نبوت کا جائزہ لیں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجتماعی زندگی کو پرکھیں۔ یہ بھی کوئی پابندی نہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو زندگی پر گفتگو نہ کریں اور نہ ہی یہ شرط ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبل از نبوت کے دور کو نہ چھیڑیں۔ ہم یہ بھی فرمائش نہیں کرتے کہ وہ صرف آپ کی سیاسی فتوحات کا ہی تجزیہ کریں یا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذہبی زندگی کو ہی موضوع تحقیق بنائیں۔

ہمارا چیلنج اور دعوت یہ ہے کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بکریاں چرانے سے لیکر تکمیل دین کی خوشخبری سنانے تک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام طفولیت سے لیکر انسانی حقوق کا چارٹر عطا کرنے تک کے جملہ احوال و کوائف کو اپنی نگاہ کے احاطے میں لے آئیں، صحنِ حرم کے اس منظر کو بھی یاد رکھیں جب

۱۲ ربیع الاول کو صرف ظہورِ قدسی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں ہوا بلکہ عالمِ نوظلوع ہوا، اس تاریخ کو نہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہانِ خاکی میں قدم رکھا بلکہ تاریخِ عالم نے نئے سفر کا آغاز کیا، اس روز ایک ماں نے سعادت مند بیٹے کو ہی جنم نہیں دیا بلکہ مادرِ گیتی نے ایک انقلاب کو جنم دیا۔ جس کے قدمِ رنجہ فرمانے سے زندگی پر شباب آگیا اور صدیوں سے دیکھے جانے والے خواب کو تعبیر مل گئی۔ سچی بات یہ ہے کہ کائنات کا اعتبار ہو کہ انسانیت کا وقار، یہ سب کچھ صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دم قدم سے ہے۔

ہونہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو  
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو  
یہ نہ ساقی ہو تو پھرے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو  
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو  
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے  
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

ایک ناقابلِ تردید چیلنج:

دنیا کے تمام فلاسفہ، دانا اور میدانِ عقل کے شہسوار اپنی مرضی



عمل کے اعتبار سے خالی نظر آئیں گے مگر حیات پیغمبر کا ہر لمحہ پیغمبرانہ شان لئے ہوتا ہے۔

جب ہم اس تمہید کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ اور معمولاتِ حسنہ کا جائزہ لیتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا کوئی خفیہ وحلی گوشہ ایسا نہیں جو تجلّی نبوت سے روشن نہ ہو کیا۔ مکی عہد اور کیا مدنی دور، دونوں میں ایک ہی شان نظر آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کے ناپیدا کنار سمندر کی تہہ سے اچھلے ہوئے چند موتیوں کی آب و تاب ملاحظہ ہو۔

### چہرہ نبوت:

یہودیوں کے بہت بڑے عالم عمرو بن حصین اپنے رہبان و احبار اور کتابوں کے انبار کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحث و مناظرہ کی غرض سے آپ کے پاس آئے اور یہ سوچ کر آئے کہ ایک ”مہی“ آخر ایک ”عالم“ کا سامنا کیسے کر سکے گا؟ ملاقات میں رسی باتوں کے ساتھ ابھی باقاعدہ بحث کا آغاز ہی ہوا کہ عمرو بن حصین کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں، ان کے رُکھ کو طائر ہر ہے سخت کوفت اور ندامت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ اپنے ”مناظرِ اعظم“ پر برس پڑے ان کی تو گویا ناک کٹ گئی تھی مگر عمرو بن حصین نے یہ کہہ کر حقیقت سے پردہ اٹھا دیا کہ میں نے جب ایک بھر پور نگاہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر ڈالی تو سچی بات ہے کہ میرا دل گواہی دے اٹھا ”یہ چہرہ کسی جھوٹے کا ہو ہی نہیں سکتا“

اللہ تعالیٰ کی واحد احمیت کا اعلان کرنے کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت کا نشانہ بنایا گیا۔ اور گردشِ لیل و نہار کے اس رنگ کو بھی اپنے ذہن میں جگہ دیں جب دس ہزار ہدایت کے ستاروں کے جھرمٹ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں جلوہ گر ہوئے، اور صحنِ حرم کو بتوں سے پاک کر دیا۔ تاریخ کا وہ ورق بھی پلٹیں جب طائف کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لہو لہان کر دیا اور وقت کا وہ سبق بھی سامنے رکھیں کہ کل کے قاتل آج زندگی کی بھیک مانگنے کے لئے جمع تھے اور لامعرب علیکم الیوم (آج تم پر کوئی بدلہ نہیں) کا نغمہ حیات اپنے کانوں سے سن رہے تھے۔

ترتیبِ برس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ صدیوں کی راہنمائی کا سامان فراہم کرتا ہے۔ ایک فرد نہیں پوری قوم صدی بھر میں اپنے اخلاق کو جس نقطہٴ عروج پر لے جاتی ہے، پیغمبر کی زندگی کا ایک لمحہ اس معیارِ اخلاق کا نقطہٴ آغاز ہوتا ہے۔

فلسفی جس گتھی کو اپنی حیات کے آخری لمحے تک نہیں سلجھا پاتے وہ نبی کے ایک اشارہٴ امرو سے سلجھ جاتی ہے۔ شاعر برسوں کی محنت و کاوش کے بعد یہ کہنے کے قابل ہوتے ہیں۔

غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے  
جبکہ پیغمبر کا ہر لفظ ملکوتی لہجہ کا امین ہوتا ہے۔ متکلم جس مضمون کو سر توڑ کوشش کے ساتھ سو، رنگ میں باندھتے ہیں وہ تو رسول کا فطری آہنگ ہوتا ہے۔ ہر محقق کی حتمی اور آخری تحقیق میں بھی شک و شبہ شامل ہوتا ہے لیکن مبعوثِ برحق کا حرفِ اول بھی لوحِ محفوظ سے نازل ہوتا ہے اربابِ خبر کی کتابِ زندگی کے کئی اوراق

## عزم و استقلال:

یہ زمانہ نبوت کے ابتدائی مراحل کی بات ہے، پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انقلابی تحریک ابھی چند قدم چلی تھی اور بے سرو سامان تھی اس پر ہر طرف سے تمسخر، استہزاء، افتراء اور دشنام کی بوچھاڑ تھی، اس سے بھی ایک قدم آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رءکار کے ساتھ یہی مانہ سلوک جاری تھا۔ اور ہر وہ قسم جو ایجاد ہو چکا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر توڑا جا رہا تھا۔ ان حوصلہ شکن حالات میں کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مادی اعتبار سے واحد محافظ اور معاون جناب ابوطالب سے ملاقات کی اور اپنی تشویش کا اظہار کیا اور ساتھ ہی ایسے لہجے میں گفتگو کی کہ ابوطالب بھی سوچنے پر مجبور ہو گئے، آخر وہ کب تک شہر بھر کے دباؤ اور برادری کی ناراضگی کا مقابلہ کرتے، جناب ابوطالب جو جھل قدموں کے ساتھ چل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اپنی مجبور یوں اور سردارانِ مکہ کی دھمکیوں کا سارا حال گوش گزار کیا اور دلی گہر ہو کر کہا:

”بھتیجے! میرے ناتواں کندھوں پر اتنا ہی بوجھ ڈالو جتنا وہ برداشت کر سکیں“ اس نازک لمحے میں جہاں ایک تنکے کی مدد بھی پیغمبر اسلام کے لئے کوہِ گراں کے برابر تھی، جناب ابوطالب کا یوں پسپائی اختیار کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے زلزلے سے کم نہیں تھا، مگر آپ نے کمالِ توکل کے ساتھ فرمایا میں آپ کے مخلصانہ تعاون اور بزرگانہ شفقت کا ہر طرح شکر گزار ہوں لیکن جہاں تک دباؤ اور دھمکیوں کی وجہ سے کارِ نبوت سے دستبرداری کا سوال ہے تو میں تمام تر جذباتِ سپاس و تشکر کے ساتھ آپ کا یہ

مطالبہ ہرگز نہیں مان سکتا، میرا معاملہ یہ ہے کہ:

”اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو پھر بھی میں اپنے کام سے باز نہیں آؤں گا یا اللہ تعالیٰ مجھے اس میں کامیابی سے نوازے گا یا میں اس راہ میں کام آ جاؤں گا“  
**توکل علی اللہ:**

جس دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے منصوبے بن رہے تھے اور کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کی قیمت لگا رکھی تھی دشور بن حارث انعام کے لالچ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کے درپے تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باہر کسی جگہ زمین پر آرام فرما تھے، اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا رکھی تھی، ایسے میں دشمن جاں موقع پر پہنچ گیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آرام فرما دیکھ کر اپنی اس اچانک کامیابی پر وہ بے حد خوش ہوا، اس پر اسے اطمینان تو ہوا کوئی محافظ بھی نہیں اور آپ گہری نیند میں ہیں اور وہ بآسانی اپنا کام کر سکتا ہے۔ مگر وہ بھی عرب سے تعلق رکھنے والا تھا اس نے سونے کی حالت میں شہید کرنے کو اپنی بہادری کے خلاف سمجھا، اس نے بڑی سختی اور رعونت کے ساتھ آپ کو جگایا اور بڑے حقارت آمیز لہجے میں پوچھا۔

”اب میری تلوار سے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟“

اس ماحول میں کسی کے ہوش و حواس کا اڑ جانا ایک معمولی بات ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے ہی تحمل اور اعتماد سے فرمایا ”میرا اللہ“ یہ جملہ کچھ اس شان اور انداز سے ادا ہوا کہ دشور (جو شہید کرنے آیا تھا) پر لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار کے دستے پر اس کی مٹھی کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور کانپتے ہاتھوں سے تلوار زمین پر گر گئی



پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلوار اپنے قبضے میں لے کر فرمایا:

”تم بتاؤ میرے وار سے تمہیں کون بچائے گا؟“

جواب میں نری خاموشی اور آنکھوں میں التجا کے ڈورے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال شفقت سے فرمایا ”جائیں نے تجھے اللہ کے لئے معاف کیا“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی فرمانا تھا کہ دشمنوں کے منہ سے بے اختیار کلمہ ”توحید نکلا، اور دیکھتی آنکھوں، سننے کانوں جان لینے کا ارادہ کر کے آنے والا اپنا دل و دماغ دے بیٹھا۔

### عالی ظرفی:

انسان بعض نہیں بلکہ اکثر اوقات انتہائی تنگی اور خوشی کے دور میں اپنے حواس اور اعصاب پر قابو نہیں رکھ سکتا، غربت و تنگی میں مایوسی اور خوشی و شادمانی کے موقع پر غفلت عام لوگوں کا شعار ہے۔ لیکن عالی ظرف وہ ہوتا ہے جو شکستہ سامانی اور شادمانی دونوں مرحلوں میں اپنے آپ میں رہے، دکھ سکھ زندگی کا لازمہ ہے اور ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک متوازن شخصیت ہر دو مواقع پر تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشنری زندگی میں جو چند انتہائی درد انگیز تکلیف دہ اور کٹھن مراحل آئے ان میں سے ایک سفر طائف کا مرحلہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکے سے طائف کا سفر بڑی خوش کن توقعات سے شروع کیا جو نبی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف میں قدم رکھا تو کاٹ کھانے والی انتہائی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر لیا، بھری بستی میں اس طرح کی اجنبیت اور

تنہائی انسان کو عجیب دل شکستگی سے دوچار کر دیتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جونہی لوگوں کو خدائے واحد کی بندگی کی دعوت دی تو اہل طائف نے اپنے مہمان کی تواضع، ہلڑ بازی، آوازے کسنے اور پتھروں کی بارش سے کی۔ لہولہان پنڈلیوں سے خون نچڑ نچڑ کر نعلین مبارک میں جمع ہو جاتا ہے۔ زخموں کے باعث قدم اٹھانا دشوار ہو رہا ہے، بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر لنگے اور چھو کرے پتھر مار مار کر اٹھنے پر مجبور کر دیتے ہیں کسی شریف آدمی نے پانی کا پیالہ پیش کیا تو وہ بھی کسی طرف سے پتھر لگنے کے باعث گر کر ٹوٹ جاتا ہے، جب ستم حد سے بڑھ گیا تو پہاڑ کا فرشتہ حاضر ہو کر کہتا ہے اہل طائف کا یہ ظریفانہ اور سنگدلانہ سلوک اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ آپ اجازت دیں تو جبل طائف اور جبل البقیس کو آپس میں اس طرح ملا دوں کہ پوری بستی پس کر سرمہ بن جائے یا ان کے بارے میں کوئی بددعا کیجئے کیونکہ یہی لمحہ قبولیت ہے، اس عالم میں کائنات انسانی کے سب سے بڑے عالی ظرف انسان نے فرمایا:

”میں بددعا کرنے والا نہیں میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، خدا یا اس قوم کے شعور کی آنکھیں کھول دے یہ ناداں میری بات سمجھتے نہیں ہیں“۔ اللہ اکبر! غم و اندوہ اور اذیت و تکلیف کے اس مرحلے میں اس طرح کی عالی ظرفی کا شاید ہی کسی نے نظارہ کیا ہو۔

### عفو و درگزر:

نری جو کمزوری کی بناء پر ہو وہ قابل فخر نہیں اور نہ ہی وہ سختی مستحسن امر ہے جو جبر و استبداد کی بناء پر ہو۔ عفو و درگزر کا یہی مفہوم ہے کہ بدلہ اور انتقام کی پوری قدرت حاصل ہونے کے باوجود لوگوں سے حسن سلوک کا مظاہر کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی



صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کھلا رہا۔ یہ بھی فتحِ مکہ کے موقع پر گرفتار کر کے لایا گیا، بعض لوگوں کی تجویز تھی کہ اس کے سامنے والے دانت اکھڑا دیے جائیں تاکہ صاف لہجے میں بات کرنے کے قابل نہ رہے مگر آپ نے فرمایا میرا خدا مجھے کسی انسان کا چہرہ بگاڑنے کی اجازت نہیں دیتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی اپنے دامنِ کرم میں جگہ دی اور معاف کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز ترین چچا اور ذاتی محافظ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل وحشی بھی مجرموں کی صف میں موجود تھا، اور منہ چھپائے کھڑا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا بلکہ وہ بھی معافی لینے والوں میں شامل ہو گیا، اسلام اور پیغمبر اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کا بیٹا بھی اسی موقع پر اپنی سزا کا منتظر تھا، اور مکافاتِ عمل کا گہرا سایہ اس کے چہرے پر چھایا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی معاف فرما دیا۔

غرض اس موقع پر جہاں بڑے بڑے صابر اور بردبار انسان بھی اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے اور آتشِ انتقام بھڑک بھڑک اٹھتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غفو و درگزر کا وہ مظاہرہ فرمایا کہ جس کی توقع دشمن تو کیا کوئی دوست بھی نہیں کر رہا تھا۔

### تواضع و انکسار:

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کس سادگی مگر زبردست بااخت کے ساتھ تواضع کا مفہوم بیان کیا ہے۔

تواضع زگردن فرازاں نکوست  
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

پاکیزہ زندگی کا جائزہ لیتے وقت ہمیں جا بجا ایسے واقعات نظر آتے ہیں کہ بارہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانی دشمنوں کو بھی معاف کر دیا اور پتھر مارنے والوں کو دعاؤں سے نوازا، بدخواہوں کو نیک تمناؤں کا پیغام بھیجا، جان کے درپے لوگوں سے بھی محبت کا اظہار فرمایا، حتیٰ کہ وہ لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غفو و کرم کے دامن میں پناہ لینے کے قابل ہو گئے کہ جن کے جرائم بڑی اور کڑی سزا کے لائق تھے، فتحِ مکہ کے تاریخ ساز موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دریائے کرم پورے جوش پر تھا اور کناروں سے باہر نکل رہا تھا یہی وہ دن تھا جب کفر اور کفارِ مکمل طور پر سرنگوں ہو چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سر بلندی و سرفرازی کی معراج پر پہنچا دیا تھا، اس عالم میں وہ وہ لوگ بھی معافی پا گئے کہ جن کی شقاوت قلبی کی یہ کیفیت تھی کہ اگر اس کا عکس بھی زمین پر پڑ جاتا تو زمین سبزہ اگانا چھوڑ دیتی، اور ان کے کردار کی سیاہی کا ایک چھینٹا چاند پر پڑ جاتا تو چاند کی روشنی مدھم پڑ جاتی تو ایسے لوگوں میں سے ایک ہبار بن الاسود تھا جس نے عمر بھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دی، اور ایک بار دورانِ سفر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر برہمچی کا ایسا اوچھاوار کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حمل ضائع ہو گیا، یہ سب کچھ کرنے کے باوجود فتحِ مکہ کے دن مجرموں کی قطار میں یہ بھی موجود تھا یہ خود تو کڑی سزا کا منتظر تھا مگر اسے بھی معافی کا پروانہ مل گیا۔

کعب بن زہیر، عرب کا مشہور شاعر اور نامور ادیب تھا اس کی شاعری اور فصاحت و بلاغت کا غالب حصہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی بجاوردِ قدح میں صرف ہوا، اس کا زور بیان ایک محاذ کی طرح حضور

مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا:

”تم کھل کر بات کرو میں اس ماں کا بیٹا ہوں جو کئی دن سوکھی کھجور کھا کر اور پانی پی کر گزرا کرتی تھی“ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نابینا والد ابو قافہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

”انہیں کیوں زحمت دی، مجھے کہا ہوتا میں خود ان کے پاس حاضر ہو جاتا“ ایک نیم پاگل عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر گلی کی ٹکڑ پر لے جاتی ہے اور دھوپ میں کھڑا کر کے بے مقصد باتیں شروع کر دیتی ہے۔ صحابہ کو یہ منظر بہت ناگوار گزرا، کافی دیر بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو ر نے اپنی تشویش سے آگاہ کیا اور عرض کی حضور! وہ تو ایک پاگل عورت ہے آپ کا اس قدر التفات چہ معنی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اس عورت کی بات کوئی بھی نہیں سنتا، اگر میں بھی اس کی بات نہ سنتا تو اس کی آس ٹوٹ جاتی۔“

ایک مرتبہ ایک شخص نے ازراہ عقیدت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ”اے ہمارے آقا، اے ہمارے آقا کے فرزند، اے ہم میں سب سے بہتر“ کے مکرم و محترم الفاظ سے مخاطب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اس انداز پر چونکے اور فرمایا ”اے لوگو! پرہیز گاری اختیار کرو، شیطان تمہیں گراں دے، میں عبد اللہ کا بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، مجھ کو خدا نے جو مرتبہ بخشا ہے مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ تم مجھے اس بڑھاؤ سے بلا شک و باہاریب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات میں سب سے افضل اور سید العالمین ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تواضع کا اظہار ہمیشہ عالی جاہ اور ذی منصب لوگوں سے اچھا لگتا ہے کوئی بھکاری انکسار کا مظاہرہ کرے بھی تو کیا؟ یہ تو اس کی عادت ہوتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و منصب کا یہ عالم ہے کہ آپ کی بارگاہ قدس میں جنید و بایزید رحمۃ اللہ علیہما کو اونچی سانس لینے کی اجازت اور جرأت نہیں، صرف جنید و بایزید پر کیا موقوف اس بارگاہ عرش پایگاہ میں غزالی اپنی تلقین، رازی اپنا ہیج و تاب، فارابی اپنی حیرت، بولعی سینا اپنی حکمت، رومی اپنا سوز و ساز، اور قدسی اپنا انداز ثار کر بیٹھے۔ سید الانبیاء، صاحب لواء الحمد، شافع محشر، صاحب قاب قوسین، تاجدار ختم نبوت جیسے القابات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے مختص ہیں۔ انہیں کوئی نگاہ و مستی سے دیکھے تو وہی اول اور آخر دکھائی دیتے ہیں جن کے قدموں نے غبار راہ کو فروغ وادی سینا عطا کر دیا، جن کی نسبت نے گدائے راہ کو شکوہ قیصری بخشا اور جن کے دم قدم سے گلزار ہستی میں آج تک رونق ہے۔ اس سب کے باوجود تواضع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ثانیہ تھی، جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت شمال میں اردن، جنوب میں یمن، مشرق میں خلیج فارس اور مغرب میں بحیرہ احمر تک پھیل چکی تھی اس وقت بھی تواضع اور انکسار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کا خاصہ رہا۔

ایک بدو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ عرض کرنے لگا مجلس کی ہیبت اور جلال نبوت کی تاب نہ لاتے ہوئے بدو کے ہونٹ لرزنے لگے، زبان اڑکھڑانے لگی اور الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر منہ سے نکلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلاویز



وسلم نے خود جو یہ تواضع بھرے جملے ارشاد فرمائے ان میں سے ایک ایک حرف پر جان نچھاور کرنے کو جی کرتا ہے۔

ایثار:

اپنے جائز حق کا مطالبہ اور تحفظ انصاف کہلاتا ہے جبکہ اپنے حق پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا ایثار ہے، بہت اچھا ہے وہ انسان جو ہر معاملہ میں ہوس اور لالچ کی بجائے انصاف کا خواہاں ہو، مگر یہ حوصلہ بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے کہ وہ انصاف سے بھی آگے ایثار کریں، یعنی اپنے حق سے دستبردار ہو کر دوسرے کو رعایت اور سہولت دینے پر آمادہ و تیار ہو یہ وصف کسی تکلف اور تصنع کی بنیاد پر آدمی میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ سچے جذبے کی تحریک پر ہوتا ہے، یہاں بھی ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ قدسیہ کا ایک ایک لمحہ ایثار پر شاہد عادل نظر آتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ سے فتح یاب ہو کر لوٹے، اموال و غنائم کا ڈھیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑا ہے، مالِ غنیمت میں سے ضرورت مندوں کو حسبِ طلب دیا جا رہا ہے، کچھ لونڈیاں بھی اس جنگ میں ہاتھ آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کسی ذریعے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ درخواست پہنچاتی ہیں کہ کام کاج کے باعث ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، کرم ہوگا اگر ایک لونڈی مجھے بھی عطا کر دی جائے تاکہ کام کا بوجھ ہلکا ہو سکے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدہ کی نازک طبعی کا پورا اندازہ تھا اور محنتِ مشقت کا بھی بھرپور احساس، برتن مانجھنا، کپڑے دھونا، پکی پینا بچوں کی تربیت، خاندان کی خدمت، آنا گوندھنا، جھاڑو پھیرنا اور پھر رات کا ایک حصہ

عبادتِ الہی میں بسر کرنا، یہ سب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معمولات تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا:

”جانِ پدر! کیا کروں بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں اور وہ ضرورت مند ہیں“ سیدہ بھی چونکہ آغوشِ نبوت کی پروردہ تھیں، اس فیصلے کو خوشدلی سے سنا اور خاموشی سے اس کی تعمیل کی اور یتیموں کی ضرورت کے احساس نے اپنے احساسِ مشقت کو مٹا ڈالا۔

خوئے دلنوازی:

بڑا بننے کے لئے آج کل ضروری ہے کہ دوسروں کو چھوٹا سمجھا اور بار کر لیا جائے اور نہیں مسلسل اور مستقل احساسِ کمتری کا مریض بنایا جائے، ان میں کوئی خوبی ہو تو ظاہر نہ کی جائے، وہ شفقت کے دو بول سننے کے محتاج اور مستحق بھی ہوں تو جھڑکیوں سے کام لیا جائے تاکہ دبدبہ قائم اور چوہدری برقرار رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول اس میدان میں بھی لیڈرانہ نہیں بلکہ پیغمبرانہ رہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفرِ معراج سے واپس آئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملنے حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکرا دیئے، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شک گزرا کہ کہیں میرا حلیہ یا کپڑے دیکھ کر تو حضور نہیں مسکرائے، انہوں نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بلال! تم وہ کونسا اچھا عمل کرتے ہو کہ جب میں راتِ جنت میں داخل ہو رہا تھا تو ڈیوڑھی میں تمہارے قدموں کی چاپ سنائی

دے رہی تھی۔

ہیں میرے بھی چچا کی بیٹی اور ساتھ یہ کہ میرے گھر اس کی خالہ ہے۔

حضرت زید نے عرض کیا (اس کے باپ اور میرے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھائی چارہ قائم کیا تھا لہذا) میری بھی بہنتی ہے لہذا میں اس کا حقدار ہوں، بچی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالہ کے حوالے کر دی اور فرمایا: الخالۃ بمنزلۃ الام۔ خالہ بمنزلہ ماں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: انت منی وانا منک تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں، حضرت جعفر سے فرمایا اشبہت خلقتی وخلقی تم میری صورت و سیرت میں مشابہت رکھتے ہو، حضرت زید سے فرمایا: انت اخونا و مولانا تم ہمارے بھائی اور مولیٰ ہو۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۶۹۹)

یہ تینوں حضرات تو خوش ہو گئے مگر قابلِ غور بات یہ ہے کہ کہاں اپنی حقیقی بیٹیوں سے اتنی نفرت کہ اس کا زندہ رہنا بھی گوارا نہیں اور کہاں غیر کی بیٹی کی پرورش کا جذبہ کہ ہر کوئی زور لگا رہا ہے بچی مجھے مل جائے یہ ہے انقلابِ مصطفویٰ، دنیا میں جہاں بھی انقلاب آیا ہے انقلابیوں نے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا ہے مگر مدینے کے تاجدار نے جو انقلاب بپا کیا ہے اس میں یہ معاملہ نہیں ہوا۔ اور نتیجہ ساری دنیا کے سامنے ہے لوگ حیران ہیں کہ:

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا  
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا  
کس کی حکمت نے قیہوں کو کیا درِ یتیم  
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

☆☆☆☆

قارئین کرام! آپ کا کیا خیال ہے اس محبتِ آفرین جملے نے حضرت بابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دورِ غلامی کی ساری کوفت اور کلفت دور نہ کر دی ہوگی؟ اور ان کا دماغ عرش پر نہیں پہنچ گیا ہوگا؟

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلام زاوے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کا منہ چومتے اور فرماتے ”یا اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما“ ایک مرتبہ دنویرِ محبت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ”اسامہ میری بیٹی ہوتا تو میں اپنے ہاتھوں سے اسے کنگن پہنتا“۔

### انقلابِ محمدی کا ایک نمونہ!

اہل عرب بچیوں سے اس قدر نفرت کرتے تھے کہ پیدا ہوتے ہی ان کو زندہ درگور کر دیتے تھے، لیکن حدیبیہ سے اگلے سال جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے لئے مکہ تشریف لے جاتے ہیں اور عمرہ کرنے کے بعد واپس ہونے لگتے ہیں تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے انکی بچی یا عم یا عم (اے چچا، اے چچا) کہتی ہوئی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ہو لیتی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہتے ہیں اس کو سنبھال لو تمہارے بھی چچا کی بیٹی ہے، حضرت جعفر آگے بڑھتے ہیں اور بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کرتے



مولانا حاجی فضل کریم چشتی

## فضائلِ ربیع الاول

ربیع الاول امیدوں کی دنیا ساتھ لے آیا

دعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا

اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ربیع الاول کے نام سے موسوم

ہے۔ اس لئے کہ جب محبوب خدا کی اس دنیا میں جلوہ گری ہوئی

تو اس وقت موسمِ ربیع و بہار کا آغاز ہو رہا تھا اور یہ بہار والا مہینہ

تمام بھلائیوں اور سعادتوں کا منبع ہے۔ کیونکہ اس مہینہ کی

بارہویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رحمۃ

العلالین کو مبعوث فرما کر اپنی نعمتوں کی پارش برسانی ہے۔

حضرت یحییٰ اور حضرت داؤد علیہما السلام کی ولادت بھی اسی موسم

بہار میں ہوئی تھی۔ اسی ماہ کی آٹھویں تاریخ کو سید دو عالم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور دسویں تاریخ کو محبوب

الہی نے اُم المؤمنین سیدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے

نکاح فرمایا تھا۔ (عجائب المخلوقات)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہِ ربیع الاول اور پیر کے دن

کیوں تشریف لائے؟ اس بات کی متعدد وجوہات بیان کی گئی

ہیں۔ اختصار کے ساتھ امام ابن الحاج مالکی قدس سرہ نے فرمایا

پہلی وجہ تو وہ ہے جو ایک حدیث شریف سے معلوم ہوتی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ۔

اللہ تعالیٰ نے درخت پیر کے دن پیدا فرمائے اور اس تخلیق

میں ایک نہایت عمدہ اشارہ اور اغتباہ اس جانب ہے کہ اللہ جل

شانہ نے اس دن وہ اشیاء پیدا کیں جن کے ساتھ انسان کی

بقائے حیات وابستہ ہے اور سنت الہیہ بھی یہی ہے کہ وہ اشیاء کو

متعلق باسباب فرماتا ہے۔ مثلاً خوراک اور اس کے اسباب،

رزق، پھل اور وہ چیزیں جو انسان کو غذا و دوا کا

کام دیتی ہیں اور جن کے سہارے انسان جی سکتا ہے اس دن

پیدا فرمائیں۔ لہذا جن اشیاء سے انسان کی بقا ہے انہیں پالینے

کے بعد ان کی رویت سے ہی انسان کے دل میں خوشی، مسرت،

اطمینان و تسکین کی ایک لہر دوڑتی ہے اور انبساطِ نفس اور انشراح

صدر کا سامان خود بخود فراہم ہو جاتا ہے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ

حیات دنیویہ کی بقا کے اسباب پیر کے دن وجود میں آئے تو

حیات دنیویہ و اخرویہ دونوں کی بقا کی جو ذات گرامی باعث ہے

برطابق سنت الہیہ اس کی تخلیق بھی اسی دن وقوع میں آئی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو ماہِ ربیع میں تخلیق فرما کر یہ بتایا کہ زمان و مکان کی خوبیاں و

بزرگیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے وجودِ بابرکات سے

وابستہ ہیں۔ نہ یہ کہ کسی جگہ یا کسی وقت کی خوبی سے آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو خوبیاں ملی ہیں۔ بلکہ وہ جگہ اور وہ وقت کہ جس میں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہو گئے وہ سب زمان و مکان

سے بڑھ کر بابرکات ہو گیا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولود

مسعود ماہِ محرم، شعبان، رمضان، شبِ جمعہ یا یومِ جمعہ میں ہوتا تو

بظاہر کوئی وہمی کہہ سکتا تھا کہ آپ کو ان مذکورہ اوقات سے ہی

بزرگیاں اور خوبیاں ملی ہیں۔ بدیں وجہ اللہ پاک نے آپ صلی اللہ

علیہ والہ وسلم کا میلاد مبارک ان مذکورہ اوقات مبارک کے علاوہ رکھنا کہ اللہ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو مقام و مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے جو اطاف و انعامات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہیں واضح ہو جائیں۔  
(جواہر البحر)

مشائخ عظام اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت ولادت باسعادت لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے۔ کیونکہ اس رات میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جبکہ ولادت پاک کے وقت خود رحمۃ اللعالمین تشریف لائے جن کے صدقے اللہ رب اعزت نے پوری کائنات کو پیدا فرمایا۔ نیز اللہ پاک لیلۃ القدر میں صرف امت مسلمہ پر فضل و کرم فرماتا ہے۔ بصورت دیگر شب ولادت میں تمام کائنات پر فضل و کرم فرمایا گیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کیلئے۔

نوافل: یہ مبارک مہینہ چونکہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور وصال مبارک کا بھی ہے۔ اس لئے پہلی تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ تک ہر روز بیس (۲۰) رکعت نماز نفل پڑھے، ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد اکیس، اکیس (۲۱) مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ پھر اس کا ثواب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ کرے۔ صحابہ کرام بتا لیں اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ان رکعتوں کا ثواب روح اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ اگر روزانہ بارہ دن اس نماز کے پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو کم از کم دوسری اور بارہویں تاریخ کو ضرور ہی بیس (۲۰) رکعت بترکیب مذکورہ پڑھ کر روح پر فتوح حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور ہدیہ پہنچائے۔ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نماز پڑھنے والوں کو خواب میں جنت کی بشارت دی اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا اور بشارت دینا وفات کے بعد زندگی کے مثل ہے۔ (جواہر غیبی)

کتاب الاوراد میں لکھا ہے کہ جب رجب الاول شریف کا مبارک

چاند نظر آئے تو اس رات دو، دو رکعت کر کے سولہ رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے جب فارغ ہو جائے تو یہ درود شریف ایک ہزار مرتبہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ رَحْمَةً لِّلّٰهِ وَ بَرَكَةً۔

بارہ (۱۲) دن تک یہ عمل کرتا رہے تو خواب میں سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوگی۔ بشرطیکہ عشاء کی نماز کے بعد یہ عمل کرے اور پھر با وضو سو یا کرے۔

اس ماہ مقدس کے تمام اعمال میں خصوصاً درود پاک اجابت دعا، قربت احمد مجتبیٰ اور زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حامل ہے۔ جیسا کہ فضائل اشہور کے حوالہ سے ایک روایت منقول ہے کہ جو کوئی روزانہ مندرجہ ذیل درود پاک نماز عشاء کے بعد ایک ہزار ایک سو پچیس (۱۱۲۵) مرتبہ پڑھے گا تو اسے خواب میں امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوگی:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اور اگر کوئی صاحب یہ صلوٰۃ و سلام

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

سوالا کھ مرتبہ پڑھے گا تو اس مبارک مہینہ میں وہ تاجدار مدینہ سرور قلب و مدینہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوگا۔

### تنبیہ:

ان وظائف و اعمال سے ہر انسان کو فائدہ نہیں ہوتا بلکہ مکمل نفع اسے ہوتا ہے جس کے عقائد و درست ہوں اور جس کا تعلق ولی کامل سے ہو، پھر جو بھی پختہ یقین کے ساتھ اچھا عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اثر بندے کو ضرور دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم دولت سے مالا مال فرمائے۔ امین، بجاہ النبی اکرمیم الامین۔



## آمد مصطفیٰ ﷺ مرحبا مرحبا

مولانا غلام محمد سعیدی

باسعادت بارہ ربیع الاول بروز پیر اول عام الفیل بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۰ھ صبح صادق کے وقت ہوئی۔

ملائکہ گیت گارہے ہیں حضور تشریف لا رہے ہیں  
بشر بھی خوشیاں منا رہے ہیں حضور تشریف لا رہے ہیں  
ورود مسعود محتجبی ہے ظہور پر نور مصطفیٰ ہے  
فیوض من میں سا رہے ہیں حضور تشریف لا رہے ہیں  
تاریخ پیدائش پر کچھ لوگ باتیں کرتے ہیں جو کہ درحقیقت  
لاق توجہ تو نہیں ہیں البتہ اہل انصاف ارباب فکر و دانش کی تسلی  
کیلئے چند شواہد پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

محدث ابن شیبہ کے مروی الفاظ پڑھیے۔

عَنْ جَابِرِ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُمَا قَالَا وَلِدَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ الثَّانِي  
عَشْرَةَ مِنْ شَهْرِ رَيْبَعِ الْأَوَّلِ وَ فِيهِ بُعِثَ وَ فِيهِ عُرِجَ  
بِالسَّمَاءِ وَ فِيهِ هَاجَرُوا وَ فِيهِ مَاتَ هَذَا هُوَ الْمَشْهُورُ  
عِنْدَ الْجُمْهُورِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ  
رسول کریم ﷺ عام الفیل بروز دوشنبہ پیر بارہ ربیع الاول کو پیدا  
ہوئے۔ آپ کی بعثت، معراج، ہجرت اور وصال تشریف بھی اسی

سرکار دو جہاں چارہ بے کساں رحمت دو عالم نور مجسم حبیب  
کبریا احمد محتجبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارک کا پیغام ماہ ربیع  
الاول لیکر جلوہ گر ہوا۔ آپ کی آمد سے نفرتوں کے بت ٹوٹ گئے  
محبیبوں کے دھپ روشن ہو گئے۔ رنگ و نسل، زبان و قومیت کے  
باطل طلسم پاش پاش ہو گئے۔ انسانیت کی گردن طوق غلامی سے  
آزاد ہوئی۔ بشریت کو نہ صرف سینکڑوں جھوٹے معبودوں کے  
آگے جبین سائی سے نجات ملی بلکہ اسے سچے اور واحد معبود حقیقی  
کی معرفت کاملہ سے سرفراز کیا گیا اور تخلیق انسانیت کے اصل منشا  
سے دور بھٹکتی ہوئی اولادِ آدم کو ہمدوش ثریا کیا گیا۔ اس ماہِ منور  
میں تاجدارِ ختم نبوت، امام الانبیاء والرسل، بنی حرمین، امام  
قبیلین، شافعِ کونین ﷺ منشورِ رحمت اور عالمگیر نظامِ زندگی  
لیکراس رنگ دیو کے عالم میں جلوہ افروز ہوئے۔

انسانیت پہ آپ نے احسان کر دیا

بھيجا حبیب ساتھ میں قرآن کر دیا

ممکن نہیں کہ ٹھہرے کوئی آپ کا شریک

کامل اسی عقیدے نے ایمان کر دیا

**ولادت باسعادت:**

حضور شافعِ یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولادت

تاریخ اور اسی دن ہوئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

مشہور مؤرخ ابن خلدون لکھتے ہیں۔ ”وُلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ لِأَثْنَتَيْ عَشْرَةَ كَلْبَةً خَلَّتْ مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ لِأَرْبَعِينَ سَنَةً مِنْ مُلْكِ كِسْرَى نَوْشِروان“۔

”رسول کریم ﷺ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی یہ نو شیرواں کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا۔“ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ! سوموار کے روزے کے متعلق حضور کا ارشاد گرامی کیا ہے؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اسی دن سے مجھ پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور آقائے نامدار مدنی تاجدار ﷺ کی ولادت باسعادت پیر کو ہوئی، بعثت بھی پیر کو ہوئی، مکہ سے ہجرت بھی پیر کو ہوئی، مدینہ منورہ میں تشریف آوری بھی پیر کو ہوئی اور اس دارقانی سے رحلت بھی آپ نے پیر کو فرمائی۔

#### جشن میلاد:

اے تکرِ عظمت میں، عزت میں، شرف میں، شان میں

دونوں عیدوں سے ہے بڑھ کر عید میلاد النبی

نبی کریم ﷺ کی پیدائش مبارک بیان کرنے کو میلاد کہتے ہیں اور میلاد کا بیان اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر فرمایا

ہے معلوم ہوا میلاد کا جشن منانا جائز ہے نہایت اختصار سے قرآن وحدیث سے میلاد کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن نے ولادت کے ذکر میں ارشاد فرمایا لَا أَقْبِسُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ جِلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ وَالْوَالِدَ وَمَا وَلَدَ قسم ہے اس شہر کی اس حال میں کہ آپ اس شہر میں رہنے والے ہیں اور قسم ہے والد کی اور قسم ہے (مولود) بچے کی۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ لفظ والد سے مراد یا تو حضرت آدم و ابراہیم علیہما السلام ہیں یا ہر والد مراد ہے اور ما ولد سے مراد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔

(تفسیر مظہری)

اسی طرح علامہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والد سے حضرت آدم و ابراہیم علیہما السلام مراد ہیں اور ما ولد سے اولاد یا حضور علیہ السلام خود مراد ہیں۔

امام نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری اکثر مفسرین کی رائے یوں بیان فرماتے ہیں۔

ترجمہ: اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے والد سے مراد حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام اور ولد سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

والہ وسلم مراد ہیں گویا اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے شہر کی قسم اٹھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کی اور آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی۔

اس بستی کی تقدیر میں ہر آن سحر ہے

جس بستی میں اللہ کے محبوب کا گھر ہے



قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ (سورۃ الانبیاء)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کیلئے۔

اسی طرح یہ بھی حکم ربانی ہے۔

”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا“

(سورۃ یونس)

تم فرماؤ نہیں چاہیے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منائیں۔

ان دونوں آیات سے یہ دو باتیں کھل کر سامنے آگئیں۔

(سورۃ یونس)

(۱) حضور علیہ السلام اللہ کی سب سے بڑی رحمت ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوشی مناؤ۔

ان دونوں باتوں سے نہایت ہی آسانی سے یہ مفہوم سامنے

آجاتا ہے کہ بنی رحمت ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی میں

جشن منانا عین منشاء الہی اور حکم ربانی ہے۔ اور عقل سلیم بھی اسی کا

متقاضی ہے کہ آقاؐ نے نعمت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

ولادت کی خوشی کا اظہار، نعمت الہی کا شکریہ ادا کرنا درود و سلام

کے تحائف پیش کرنا اہل و مساکین کے لیے خیرات و صدقات

کرنا نہایت متحسن امور ہیں جو کہ ہمیشہ سے شیع رسالت کے

پروانوں کا معمول رہا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت اسی عظیم حسین

عمل کو پابندی سے جاری رکھا جائیگا۔ دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی

شورش اسے بند نہ کر سکے گی۔

آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے

آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

امام الانبیاء حبیب کبریا کی حیات طیبہ کے ہر ایک مرحلہ کو

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں نہایت ہی انوکھے انداز میں

بیان فرمایا سورۃ الضحیٰ میں ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے اپنی

نوازشات بیان فرمائیں دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

یتیمی اور یتیم کا ذکر بھی بڑے نرالے انداز میں فرمایا ہے۔ ارشاد

ہوا۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى (سورۃ الضحیٰ) ترجمہ: کیا اس نے

تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔ اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے بعد یتیم نہیں ہوئے بلکہ آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے بھی پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

والد وفات فرما گئے تھے اور جب ہی سے آپ علیہ السلام یتیم

ہو گئے تھے اس سے یتیموں کو بھی اعزاز حاصل ہوا۔

غریب بھی شاد ہو رہے ہیں فقیر بھی ہو رہے ہیں فرحان

یتیم بھی سراٹھا رہے ہیں حضور تشریف لا رہے ہیں

**کفار کو چیلنج:**

اسی طرح بعثت سے پہلے کی زندگی مبارک پر ایک نظر

ڈالیں یہ تمام عرصہ حیات نوع بہ نوع کمالات و فضائل سے معمور

ہے جو کہ ایک طرف تشنگان معرفت کیلئے سیراب ہونے کا مکمل

سماں ہے تو دوسری طرف پوری دنیا شرک و کفر کیلئے بہت بڑا چیلنج

ہے جس کا جواب ناممکن ہے قرآن کریم نے علی الاعلان بتایا ہے

کہ تا جہادینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو حید و رسالت کی سب

سے پہلی دلیل جو تمام لوگوں کو دعوت دے کر پیش فرمائی وہ یہ

ہے۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔

(سورہ یونس)

ترجمہ: تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی عمر گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یعنی میں نے عمر کا بیشتر حصہ تمہارے اندر بسر کیا ہے کیا تم شعور نہیں رکھتے گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا جب میں نے اس جاہلانہ معاشرے میں رہتے ہوئے کبھی کسی معاملے میں جھوٹ نہیں بولا فریب نہیں کیا کسی کو دھوکہ نہیں دیا تو اب میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی بابت کیونکر جھوٹ بول سکتا ہوں۔  
 شارح مسلم علامہ نووی کے شیخ امام ابوشامہ لکھتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال میلاد کے دن صدقات و خیرات کرتے ہیں۔ اظہارِ مسرت کے لیے اپنے گلی کوچوں کو سنوارتے ہیں کیونکہ اس میں اہل و مساکین سے احسان و مروت کے برتاؤ کے علاوہ کئی فائدے ہیں ایسا کرنے والے کے دل میں لگتا ہے کہ حبیبِ خدا کی محبت کا چراغ روشن ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو پیدا فرما کر خلعتِ رحمۃ للعالمین پہنا کر مبعوث فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر سب سے بڑا انعام و احسان ہے جس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اس خوشی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

محدث سخاوی رقم طراز ہیں۔

لا زال اهل الاسلام في سائر الاقطار و

المدن الكبار يحتفلون في شهر

مولدہ ﷺ بعمل البديعة المشتملة على

الامور البهجة الرفيعة ويتصدقون في لياليه

ويظهرون السرور ويزيدون في المبرات

ويعتنون بقراءة مولدہ الكريم ويظهر عليهم

من بركات كل فضل عظيم۔

ہمیشہ سے مسلمان تمام ملکوں اور بڑے شہروں میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں اور اس کی راتوں میں صدقات و خیرات کرتے آئے ہیں اور نیک اعمال میں اضافہ کرتے رہے ہیں خصوصاً ان محافل میں میلاد شریف بیان کرتے ہیں اور ان کے عمل سے اللہ تعالیٰ ان پر برکات و نوازشات کی بارش نازل فرماتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے کیا ہی خوب بات کہی ہے فرماتے ہیں اسلام نے مسلمانوں کو پیدائش کے موقع پر اظہارِ مسرت کیلئے عقیقہ کا حکم دیا ہے مگر وفات کے موقع پر کسی چیز کا حکم نہیں دیا بلکہ ماتم اور بے صبری و جزع فزع سے منع کیا ہے اس شرعی اصول کی روشنی میں یہ بات نہایت عیاں ہے کہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر خوشی کا اظہار ہی کیا جائے نہ یہ کہ آپ کے وصال شریف کے غم و غصے میں رویا جائے۔

**فضائل میلاد اور ائمہ امت:**

محدث ابن جوزی لکھتے ہیں محفلِ میلاد کی خصوصی برکتوں میں سے یہ ہے کہ جو شخص میلاد منعقد کرتا ہے تو اس کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں رہتا ہے اور اپنے مقصد میں

جمال الدین الکتانی، سبل الہدی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ماثبت من السنۃ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، فیوض الحرمین۔ علامہ عبدالحی لکھنوی، فتاویٰ عبدالحی۔ حاجی امداد اللہ مہاجرکی، شائم امداد یہ اور فیصلہ ہفت مسئلہ۔ مفتی مظہر اللہ مجددی، فتاویٰ مظہری۔ مولانا ابو محمد عبدالحق دہلوی تقریظ انوار ساطعہ۔ صدیق حسن بھوپالی، الشمامتہ العنبر یہ من خیر المولد المرید۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی، توارخ حبیب اللہ۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی، تقریظ برانوار ساطعہ۔

(۱) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرْنَا أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ نَبِيًّا نَظَرَ إِلَى خَيْرِ أَهْلِ الْأَرْضِ قَبِيلَةً فَيَبْعَثُ مِنْ خَيْرِهَا رَجُلًا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان ہے کہ ہمیں اللہ کے نبی ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ جب اللہ نبی بھیجے گا ارادہ کرتا ہے تو سب سے پہلے تمام روئے زمین کے بہتر قبیلے کا انتخاب کرتا ہے پھر اس بہتر قبیلے کے سب سے بہتر مرد کو مختص کرتا ہے۔

چشم فلک نے غور سے دیکھا زمین پر

ہم سر نہیں تھا کوئی بھی اُن کا زمین پر

(۲) وَيُرْوِي عَنْ زَيْنِ الْعَابِدِينَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ رَفَعَهُ، كُنْتُ نُورًا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ قَبْلَ أَنْ يُخْلَقَ آدَمُ

جلد کا میابی کے حصول کیلئے یہ ایک بشارت و خوشخبری ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کا میاں دپڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس نے حضور ﷺ کے میاں کی تعظیم کی اس نے گویا اسلام کو زندہ کیا۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کا میاں دپڑھنے پر ایک درہم بھی خرچ کیا تو گویا وہ بدر جہنم میں حاضر ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے حضور اکرم ﷺ کے میاں دشریف کی تعظیم کی میاں دخوانی کا سبب بنا وہ دنیا سے ایمان کی دولت لے کر جائے گا اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا۔ (العمیۃ الکبریٰ علی العالم)

بعد ازاں مضمون کی طوالت سے بچتے ہوئے چند علماء کرام اور تصانیف میاں دشریف کے صرف ناموں پر اکتفا کیا جاتا ہے اہل تحقیق ان حضرات کے احساسات کو دی گئی کتب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

#### کتب اور مصنفین:

محدث ابن جوزی، المیاد النبوی۔ شیخ امام ابوشامہ، الباعث علی انکار البدع والحوادث۔ امام حافظ سخاوی، سبل الہدی۔ امام جلال الدین سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد۔ امام قسطلانی، المواہب اللدیۃ۔ ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم۔ امام ابن حجر مکی، فتاویٰ حدیثیہ۔ علامہ ملا علی قاری، الموردر روی فی المولد النبوی۔ امام ابن بطاخ، سبل الہدی۔ امام



بَارُبْعَةِ عَشَرَ آلَافٍ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ آدَمَ جَعَلَ ذَلِكَ النُّورَ فِي صُلْبِهِ فَلَمَّ يَزَلْ يُنْقَلُهُ مِنْ صُلْبِهِ إِلَى صُلْبِهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ فِي صُلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

ترجمہ: اور امام زین العابدین علی بن جس حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دادا جان حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ میں حضرت آدم کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے بارگاہِ خداوندی میں نور تھا جب تخلیق آدم ہوئی تو اس نور کو ان کی پشت میں ودیعت رکھ دیا گیا پس وہ نور پشت در پشت منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کی پشت میں آٹھرا۔

(۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ نُورًا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ تَعَالَى قَبْلَ أَنْ يُخْلَقَ آدَمُ بِأَلْفَيْ عَامٍ يُسَبِّحُ ذَلِكَ النُّورُ وَتُسَبِّحُ الْمَلَائِكَةُ بِتَسْبِيحِهِ فَلَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ أَلْقَى ذَلِكَ النُّورَ فِي صُلْبِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْبَطَنِي اللَّهُ إِلَى الْأَرْضِ فِي صُلْبِ آدَمَ وَجَعَلَنِي فِي صُلْبِ نُوحٍ وَقَدَفَنِي فِي صُلْبِ إِبْرَاهِيمَ ثُمَّ لَمَّ يَزَلِ اللَّهُ يُنْقَلُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الْكَرِيمَةِ وَالْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتَّى أَخْرَجَنِي مِنْ بَيْنِ أَبَوَيَّ لَمْ يَلْتَقِيَا عَلَى سَفَاحٍ قَطُّ۔ (الوفا)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک یہ قریشی نبی حضرت آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بارگاہِ خداوندی میں نور تھا یہ نور اللہ

کی تسبیح بیان کرتا اور فرشتے بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے جب اللہ نے آدم کو پیدا فرمایا تو یہ نور ان کی پشت میں رکھا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم میں رکھ کر زمین پر اتارا پھر صلب نوح میں حتیٰ کہ صلب ابراہیم علیہم السلام میں ڈالا پھر اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں اور پاک شکموں سے منتقل کرتا رہا جب تک مجھے میرے والدین کریمین سے پیدا فرمایا میرے آباء و اجداد کبھی زنا کے قریب بھی نہیں بھٹکے۔

(۴) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مَعْنَى أَنْفُسِكُمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَنْفُسِكُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسَبًا لَيْسَ فِيَّ وَلَا فِي آبَائِي مِنْ لَذُنْ آدَمَ سَفَاحٌ، كُلُّنَا نِكَاحٌ۔ (ابن مردويه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی لقد جاءكم رسول من انفسكم یقیناً تمہارے پاس تمہارے اندر سے رسول گرامی ﷺ تشریف لائے تو جناب مولیٰ علی نے دریافت کیا حضور! انفسکم کا معنی کیا ہے؟ پیغمبر خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا حسب نسب اور قرابتداری میں تم سب سے نفیس اور عمدہ ہوں میرے اپنے اندر اور حضرت آدم علیہ السلام سے میرے آباء و اجداد میں کوئی بدکاری نہیں سبھی سلسلہ نکاح چلا ہے۔

(۵) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ  
المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي بن كلاب  
بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك  
بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن  
مضر بن نزار و ما فترق الناس فرقتين الا جعلني الله  
في خيرهما فاخرجت من بين ابوي فلم يصنني  
شئى من عهد الجاهلية وخرجت من نكاح ولم  
اخرج من سفاح من لدن آدم حتى انتهيت الى ابي  
وامي فاننا خير كم نفسا وخير كم ابا۔

(اخرجه البيهقي في الدلائل)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے حضور  
سرور کائنات ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا میں محمد بن عبد  
اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن  
مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن  
کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں  
اور جب بھی لوگوں کے دو گروہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھ ان میں  
سے بہتر گروہ میں رکھا پس مجھے میرے والدین ماجدین سے پیدا  
کیا گیا تو مجھے زمانہ جہالت کی کوئی جاہلانہ قباحت نہ پہنچ سکی اور  
میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور میں حضرت آدم علیہ السلام سے  
لے کر اپنے والدین کریمین تک پہنچا پس میں تم سب سے ذات  
اور باپ دادا میں بہتر ہوں۔

(٦) عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ حِينَ خَلَقَ الْخَلْقَ جَعَلَنِي  
فِي خَيْرِ خَلْقِهِ ثُمَّ حِينَ فَرَقَهُمْ جَعَلَنِي فِي  
خَيْرِ الْفَرِيقَيْنِ ثُمَّ حِينَ خَلَقَ الْقَبَائِلَ جَعَلَنِي  
مِنْ خَيْرِهِمْ قَبِيلَةً وَحِينَ خَلَقَ النَّفْسَ جَعَلَنِي  
مِنْ خَيْرِ أَنْفُسِهِمْ ثُمَّ حِينَ خَلَقَ الْبُيُوتَ  
جَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ بُيُوتِهِمْ فَاَنَا خَيْرُهُمْ بَيْتًا  
وَأَخَيْرُهُمْ نَفْسًا أَيْ خَيْرُهُمْ أَصْلًا وَنَسَبًا  
وَأَخَيْرُهُمْ ذَاتًا وَحَسَبًا۔

(رواه احمد والترمذی)

حضرت عباس بن عبد المطلب کا بیان ہے رسول کریم  
ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق  
پیدا فرمائی تو مجھے سب سے بہتر مخلوق میں پیدا فرمایا  
پھر انہیں دو گروہوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے بہتر  
جماعت میں کر دیا پھر اس کے قبیلے بنائے تو مجھے سب  
سے بہتر قبیلے میں بنایا اور جب ان کی ذاتیں بنائیں تو  
مجھے بہتر ذات میں سے بنا دیا پھر جب گھروں کی  
تخلیق فرمائی تو مجھے سب سے اچھے گھر میں رکھا پس  
میں ان سب سے بہتر گھر اور میرا نفس والا ہوں یعنی  
اپنی اصل ذات اور حسب و نسب کے لحاظ سے سب  
سے بہتر ہوں۔

(٧) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَ مِنْ الْخَلْقِ  
بَنِيْ اٰدَمَ وَاخْتَارَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ الْعَرَبَ وَاخْتَارَ مِنَ الْعَرَبِ  
مُضَرَ وَاخْتَارَ مِنْ مُضَرَ قُرَيْشًا وَاخْتَارَ مِنْ قُرَيْشِ بَنِي  
هَاشِمٍ وَاخْتَارَ نَبِيَّ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ فَاِنَّا خِيَارُ مِّنْ  
خِيَارٍ مِّنْ خِيَارٍ۔

(ترمذی، طبرانی، ابونعیم، بیہقی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے رسول اللہ  
نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو اولاد آدم کو تمام  
مخلوق میں سے چن لیا اور بنی آدم سے عرب میں سے مضر کو اور  
تمام مضر سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور تمام بنی  
ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا تو میں تمہارے اچھوں کے اچھوں  
سے اچھا ہوں۔

**حلیہ شریف:**

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ شریف کے بیان  
میں عرض مدعا سے پہلے قارئین کرام کی اگاہی کیلئے یہ بات یاد  
رکھنا ضروری ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ کمال خلق کی طرح کمال  
خلقت میں بھی اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو آپ کا مثل پیدا نہیں کیا  
اور نہ ہی کریں گا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اچھا قول نقل کیا ہے کہ رسول  
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل حسن ہمارے لئے ظاہر نہیں  
ہو اور نہ ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی تاب نہ لاسکتیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے مبارک جو جمال الہی  
کا آمینہ اور انوار تجلیات کا مظہر تھا پر گوشت اور کسی قدر گول تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول  
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا کبھی چاند کی  
طرف اور کبھی حضور کی طرف دیکھتا بیشک میرے نزدیک آپ  
چاند سے زیادہ خوب صورت تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی  
مبارک آنکھیں موٹی، بڑی اور قدرت سے سرگیں اور پلکیں دراز  
تھیں آنکھیں کی سفیدی میں بریک سرخ ڈورے تھے بھنویں  
مبارک دراز اور بریک تھیں درمیان میں اس قدر متصل تھیں کہ  
دور سے ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں دونوں کے درمیان ایک رگ  
تھی جو غصے کے وقت خون سے بھری جاتی اور ہرکت میں آ جاتی  
ناک مبارک خوبصورت دراز تھی درمیان میں ابھار نمایاں تھا  
پیشانی مبارک نہایت کشادہ، چراغ کی مانند چمک دار تھی حسان  
بن ثابت فرماتے ہیں پیشانی مبارک اندھیری رات میں ظاہر  
ہوتی تو تاریکی میں روشن چراغ کی مانند چمکتی قوت بصر کی طرح  
سمع مبارک بھی کمال درجہ کی تھی۔

خود فرماتے ہیں میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھ سکتے اور جو  
میں سنتا ہوں تم نہیں سن سکتے میں تو آسمان کی آواز بھی سن لیتا  
ہوں۔ دہن اقدس کی خوبیاں بے شمار، رخسار مبارک ہموار، اگلے  
دندانہائے مبارک موتیوں کی طرح روشن دتا ہاں تھے جب غمک  
فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں، جمائی کبھی نہ آتی تھی۔ المختصر

یا صاحب الجمال ویاسید البشر  
من وجہک المیر لقد نور القمر  
لا یکن الشاء کما کان حقہ  
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر



### بارگاہ نبوی میں نذرانہ سلام

اے دین حق کے رہبر تم پر سلام ہر دم  
میرے شفیع محشر تم پر سلام ہر دم  
اس نیکی و حزیں پر جو کچھ گزر رہی ہے  
ظاہر ہے سب وہ تم پر، تم پر سلام ہر دم  
دنیا و آخرت میں جب میں رہوں سلامت  
پیارے پڑھوں نہ کیونکر تم پر سلام ہر دم  
دل تھکانِ فرقت پیاسے ہیں مدقوں سے  
ہم کو بھی جامِ کوثر تم پر سلام ہر دم  
بندہ تمہارے در کا آفت میں مبتلا ہے  
رحم اے حبیب داور تم پر سلام ہر دم  
بے وارثوں کے وارث بے والیوں کے والی  
تسکین جان مضطر تم پر سلام ہر دم  
لہٰذا اب ہماری فریاد کو پہنچئے  
بے حد ہے حال اتر تم پر سلام ہر دم  
جلادِ نفسِ بد سے دیجئے مجھے رہائی  
اب ہے گلے پہ خنجر تم پر سلام ہر دم  
دریوزہ گریہوں میں بھی ادنیٰ سا اس گلی کا  
لطف و کرم ہو مجھ پر تم پر سلام ہر دم  
کوئی نہیں ہے میرا میں کس سے داد چاہوں  
سلطانِ بندہ پرور تم پر سلام ہر دم  
غم کی گھٹائیں گھر کر آئی ہیں ہر طرف سے  
اے مہر ذرہ پرور تم پر سلام ہر دم

بلوا کے اپنے در پر اب مجھ کو دیجئے عزت  
پھر تا ہوں خوار در در تم پر سلام ہر دم  
محتاج سے تمہارے کرتے ہیں سب کنارہ  
بس اک تمہیں ہو یاور تم پر سلام ہر دم  
بہر خدا بچاؤ ان خار ہائے غم سے  
اک دل ہے لاکھ نشتر تم پر سلام ہر دم  
کوئی نہیں ہمارا ہم کس کے در پہ جائیں  
اے بیکسوں کے یاور تم پر سلام ہر دم  
کیا خوف مجھ کو پیارے مارِ جحیم سے ہو  
تم ہو شفیع محشر تم پر سلام ہر دم  
اپنے گدائے در کی لیجئے خبر خدا را  
کیجئے کرم حسن پر تم پر سلام ہر دم  
اے مدینے کے تاجدار سلام  
اے غریبوں کے نمگسار سلام  
تیری اک اک ادا پہ اے پیارے  
سو در و دیں فدا ہزار سلام  
”ربِ سلم“ کے کہنے والے پر  
جان کے ساتھ ہوں غار سلام  
میرے پیارے پہ میرے آقا پر  
میری جانب سے لاکھ بار سلام  
عرض کرتا ہے یہ حسن تیرا  
تجھ پہ اے خلد کی بہار سلام

## رفقاءِ الاتقیاء

حضرت میاں میر قادری فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ مولانا محمد ریاض مہروی

خاندانی پس منظر:

شیخ الاسلام آفتاب الاولیاء حضرت میاں میر قادری کا خاندان حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہے حضرت میاں میر کے نانا جان کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق کے واسطے سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق تک پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت صوبہ سندھ کے شہر سیوستان (سیون شریف) میں عہد نصیر الدین ہمایوں 1532ء میں قاضی سائیں دتہ بن قاضی قلندر فاروقی کے گھر ہوئی والدین نے آپ کا نام ”میر محمد“ رکھا لیکن میاں میر کے نام سے شہرت پائی۔ اس کے علاوہ شاہ میر، میاں جیو، جنید ثانی، بالا پیر اور غوث ثانی کے القابات بھی آپ کے ساتھ منسوب ہیں آپ کے والد اور والدہ بھی صاحب کرامت بزرگ تھے سات سال کی عمر میں والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ قاضی بولن، قاضی عثمان، قاضی طاہر اور قاضی میاں میر محمد بھائی اور بی بی جمال خاتون اور بی بی ہادی بہنیں تھیں۔

حضرت میاں میر بہت حسین و جمیل تھے کہ جو دیکھتا وہ بس دیکھتا ہی رہتا گندمی رنگ، کھلی پیشانی، روشن چہرہ، دکتی آنکھیں

تعلیم و تربیت:

جب آپ کی عمر بارہ سال ہوئی تو اپنی والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا سے باطنی تربیت حاصل کرنا شروع کی تھوڑے ہی عرصہ میں آپ پر باطنی اسرار و رموز ظاہر ہونے لگے کچھ عرصہ میں ہی آپ دنیاوی علاقے سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنی والدہ سے اجازت لے کر تلاش مرشد کامل کیلئے نکلے اس وقت تقریباً بلوغت کے آثار ظاہر نہیں ہوئے تھے سفر کرتے کرتے آپ سیہون شریف کے پہاڑ پر پہنچے تو انہیں وہاں ایک تنور نظر آیا جو گرم تھا آپ کو خیال آیا کہ یہاں ضرور کوئی بزرگ رہتا ہوگا جس نے سردی سے بچنے کیلئے یہ محفوظ جگہ بنائی ہے چنانچہ حضرت میاں میر نے اس جگہ تین دن تک انتظار کیا بھوکے پیاسے وہیں بیٹھے رہے تین دن کے بعد ایک بزرگ فقیر تشریف لائے تو دیکھ کر میاں صاحب نے ان کو سلام کیا تو سن کر اس بزرگ نے یوں جواب دیا۔ ولیکم السلام ”یا میر محمد“ یعنی میاں میر کا نام لے کر جواب دیا تو آپ کے دل میں اس بزرگ کا احترام و مقام پیدا ہوا کہ یہ تو میرا نام بھی جانتے ہیں کچھ دیر آپ ان کی صحبت

میں رہے تو پھر اس بزرگ نے آپ کو اپنے سلسلہ طریقت میں شامل کر لیا اور آپ کو ذکر الہی میں مشغول ہونے کا حکم دیا۔ حضرت میاں میر فرماتے ہیں کہ چند دنوں کی صحبت سے ہی مجھ پر بے شمار باطنی اسرار کا ظہور ہونے لگا۔ یہ فقیر و درویش بزرگ حضرت خضر سیستانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو سلسلہ قادریہ کے ایک عظیم بزرگ اور حضرت غوث پاک عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض یافتہ تھے۔

حضرت میاں میر کے مرشد گرامی حضرت خضر سیستانی ایک ایسے فقیر بزرگ تھے جو دنیا کی نعمتوں سے بے نیاز ہو کر پہاڑ میں جنگلی پھل کھاتے اور ستر پوشی کے لیے ایک لنگوٹی زیب تن کئے عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ کے مرشد حضرت خضر سیستانی کا وصال 1586ء میں عہد جلال الدین اکبر بادشاہ میں ہوا ان کا مزار اقدس سکھر ریلوے اسٹیشن سے ڈیڑھ میل دور دریائے سندھ کے وسط میں مشہور جگہ سعدیلہ میں واقع ہے۔

#### لاہور آمد:

جب حضرت میاں میر نے اپنے مرشد پاک کی صحبت سے فیض یاب ہو کر منازل سلوک طے کر لیں تو مرشد گرامی نے اجازت دی کہ تم جہاں چاہو چلے جاؤ تو اجازت لے کر لاہور تشریف لائے 1575ء میں پچیس سال کی عمر میں جب لاہور آئے تو جلال الدین اکبر بادشاہ تھا، آپ نے لاہور میں مختلف مساجد میں حصول تعلیم و عبادت میں وقت گزارنا شروع کیا۔ مشہور عالم مولانا سعد اللہ لاہوری اور مولانا نعمت اللہ لاہوری کے درس میں تحصیل علم میں مشغول رہے ان کے علاوہ

مولانا عبدالسلام لاہوری سے بھی علم دین حاصل کیا اس سے پتہ چلا کہ آپ نے باطنی تربیت کیساتھ ظاہری مروجہ علوم و فنون سے بھی استفادہ کیا۔

#### مرشدی سلسلہ:

مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے اپنی تالیف ”حقیقۃ الاولیاء“ میں آپ کا مرشدی سلسلہ اس طرح تحریر کیا ہے۔

حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت خضر ابدال رحمۃ اللہ علیہ بیابانی سیستانی خلیفہ احمد رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ موسیٰ حلبی رحمۃ اللہ علیہ قادری خلیفہ حضرت شیخ ابوبکر مقبول قادری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ داؤد کریم رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ سلیمان قادری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ شیخ حفص ابوبکر شیخ زید قادری خلیفہ حضرت شیخ حسن علی قرشی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت قطب الافاق شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ گیلانی خلیفہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ شیخ ابوالحسن ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ عبدالواحد تہمی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت ابوالقاسم شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

صاحبزادہ سید مقبول محی الدین گیلانی ڈیرہ غازی نے آپ



### تعلیمات و ارشادات عالیہ:

حضرت میاں میر عارف کامل اور عالم با عمل تھے قرآن پاک تفسیر، حدیث فقہ وغیرہ سب علوم جانتے تھے اسی وجہ سے آپ لوگوں کی راہنمائی قرآن و سنت کی مطابق فرماتے جس وقت آیات قرآنی کی تفسیر فرماتے تو سننے والے دنگ رہ جاتے آپ ہر عام آدمی پر معرفت کے اسرار کو بیان نہیں فرماتے تھے آپ خواص کی بات خواص کے سامنے اور عوام الناس کے شعور کے مطابق ان کے سامنے سادہ گفتگو فرماتے آپ فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہیے کہ وہ احکام شریعت کی مکمل طور پر پابندی کرے کیونکہ جب ان شرعی احکام کی تعمیل میں کامل ہو جائے گا پھر اس پر طریقت کی راہیں خود بخود کھل جائیں گی اور اس کی نفسانی اصلاح بھی ہوگی۔ پھر حب طریقت کے فرائض کی تکمیل کرے گا تو اس پر حقیقت کے گوشے عیاں ہونے لگیں گے۔ اس سے دل کی اصلاح و تسکین حاصل ہوگی اور بری خصلتوں سے باطن کو پاک کرنے میں مدد ملے گی اور اس کے دل کی آنکھوں سے بشریت کے پردے اٹھنے لگ جائیں گے اور حقیقت کے معانی اس پر آشکار ہو گئے۔ جس کے بعد روح کی اصلاح ہوگی اور اس طرح انسان منازل سلوک کو طے کرنے میں کامیاب ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے جو دل سے مانگی جائے اور دعا مانگتے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خیال دل

کا مرشدی سلسلہ ایک قدیم کتاب ”تذکرۃ الفقرا“ کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ مرید حضرت شاہ خضر ابدال رحمۃ اللہ علیہ سیوستانی مرید حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی مرید کبیر الاولیاء حضرت خواجہ شاہ کمال قادری کیتھلی مرید حضرت سید علی قادری مرید حضرت شاہ جمال ہجر مرید حضرت لال شہباز قلندر قادری مرید حضرت ابواسحاق ابراہیمؒ مرید حضرت شیخ مرتضیٰ سبحانی مرید حضرت شیخ احمد بن مبارک مرید حضرت میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

### حضرت میاں میر کا طریق عبادت:

حضرت میاں میر کا طریق عبادت یہ تھا کہ قبرستانوں میں چلے جاتے جہاں آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی اور پھر جنگلوں، بیابانوں اور ویرانوں میں چلے جاتے، آپ کے متعلقین و محبین بھی ساتھ ہوتے یہ سب لوگ الگ الگ عبادت میں مصروف رہتے مگر جب فرض نماز کا وقت ہوتا تو اکٹھے ہو کر باجماعت نماز پڑھتے اس کے علاوہ اپنے حجرے میں بند ہو کر خلوت میں بھی ذکر و عبادت میں مشغول رہتے مزارات پر اکثر حاضری دینے وہاں مراقبہ کرتے نوافل پڑھتے اور بعض مزارات پر اعتکاف بھی کرتے جس سے مقصود صاحب مزار سے فیض یاب ہونا تھا اکثر وقت ذکر الہی میں گزرتا بہت کم بولتے اور دوسروں کو بھی کم گوئی کی تلقین فرماتے اپنے مریدین کو الگ الگ بٹھاتے تاکہ وہ آپس میں باتیں نہ کریں۔

میں نہ ہو اس کے علاوہ دعا کی قبولیت کے لیے نیک اعمال حلال روزی اور سچ بولنے کو لازم قرار دیتے ہیں۔

### توکل:

کرتے ہیں موت کے بعد بھی اسی طرح تصرف کرتے ہیں بلکہ دنیا کی زندگی میں کچھ چیزیں مانع ہوتی ہیں لیکن مرنے کے بعد سب پردے اٹھ جاتے ہیں۔

### طہارت:

آپ فرماتے ہیں کہ ظاہری و باطنی پاکیزگی برابر ضروری ہے جس طرح پورا جسم دھویا جائے لیکن سر کا صرف ایک بال ناپاک رہ جائے تو جسم پاک نہیں ہوتا اسی طرح دنیا سے تعلق توڑنے کے بعد پھر بھی دنیا کی طرف مائل ہو تو وہ باطنی پاکی حاصل نہ کر سکے گا۔

### ترکِ جاہ و عظمت:

آپ جاہ و مرتبہ کے ذرا بھی طلبگار نہیں تھے اور اپنے احباب کو بھی سادگی و عاجزی کا درس دیتے۔ فرماتے تھے کہ طلبِ جاہ و مرتبہ درویشوں کے لیے بہت بڑی آفت ہے جو درویشوں کے لیے تباہی و بربادی کا ذریعہ ہے۔ آپ انتہائی سادہ اور منکسر المزاج تھے۔ آپ کم قیمت کی سفید دستار اور کھدر کا کرتا زیب تن فرماتے۔ جب میلا ہو جاتا تو دریائے راوی کے کنارے جا کر خود ہی دھو لیتے تھے۔

### ریا کاری:

آپ ریا کاری سے بہت سختی سے روکتے تھے آپ اور آپ کے اصحاب ریا کاری کے ڈر کی وجہ سے نہ تو تسبیح ہاتھ

ایک مرید عصا یعنی لاٹھی بنا کر لایا تاکہ حضرت میاں میر کو دوں گا جسے وہ اپنے ہاتھ میں رکھیں گے۔ حضرت میاں میر نے وہ لاٹھی لی اور اس کے سہارے سے چلنے لگے، ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ آپ نے وہ لاٹھی پھینک دی اور فرمایا! کہ لاٹھی پر اسے بھروسہ کرنا چاہیے جسے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ ہو اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہو اسے لاٹھی کے سہارے کی کیا ضرورت ہے توکل ہی کی وجہ سے آپ رات کے وقت کوزے سے پانی گرا دیتے تھے۔

### توبہ و موت:

آپ گناہوں سے بچنے اور سچی توبہ کرنے کی تلقین فرماتے رہتے اور فرماتے کہ جس گناہ سے توبہ کرو دو بارہ اس کو مت دہراؤ اور موت تک اس سے دور رہو آپ فرماتے کہ ہر وقت توبہ کرو اور موت کے انتظار میں نہ رہو کیا پتہ کب موت آجائے اس لئے توبہ و استغفار میں جلدی کرو اور استقامت اختیار کرو۔

### تصرفِ اولیاء اللہ:

آپ فرماتے کہ اولیاء اللہ جس طرح زندگی میں تصرف

میں رکھتے اور نہ ہی گودڑی یا خرقة پہنتے تھے۔

آپ فرماتے کہ لباس ایسا ہونا چاہیے کہ کوئی پہچان نہ سکے کہ یہ درویش ہے اور فرماتے کہ جو درویش خرقة یا گودڑی پہنتے ہیں وہ خود فحاشی کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں درویش سمجھیں۔

### درویشی:

آپ کا طریقہ تھا کہ حاضر ہونے والے سے پوچھتے کہ کس لیے آئے ہو اگر وہ کہتا کہ درویش بننا چاہتا ہوں راہ سلوک کو اختیار کرنا چاہتا ہوں تو فرماتے واپس چلے جاؤ یہ آسان کام نہیں۔ بلکہ یہ تو بہت جان جو کھوں والا کام ہے۔ آپ نذرانے وصول نہیں کرتے تھے اور نہ ہی نذرانے دینے والوں کو پسند کرتے تھے۔

### سماع:

حضرت میاں میر محفلِ سماع کو پسند کرتے بلکہ خود بھی بامعنی کلام سنتے تھے لیکن ایسا نہیں کہ قوال ہر وقت ساتھ رہتے ہوں اور نہ ہی قوالوں کو طلب فرماتے بلکہ اتفاقاً طور پر کہیں محفلِ سماع ہو رہی ہوتی تشریف لے جاتے۔ دورانِ سماع مکمل ضبط سے کام لیتے اور وجد و رقص ہرگز نہیں فرماتے تھے۔ سماع کے بعد چہرہ مبارک چمکنے لگتا جس سے محبت کے آثار نمایاں ہوتے دورانِ سماع اکثر بال مبارک کھڑے ہو جاتے لیکن نہ تو ہاتھ اٹھاتے اور نہ ہی حرکت کرتے بلکہ ساکت ہو کر کلام سنتے۔ آپ سماع میں رقص و سرود کو نا پسند فرماتے تھے۔

### دستر خوان پر مریدوں کی شمولیت:

آپ کی اپنی خوراک بہت کم تھی کئی دنوں تک فاقہ سے رہتے تو بھی کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے، لیکن جب لنگر تیار ہو جاتا اور دستر خوان لگتا تو پھر اپنے مریدوں اور مخبین کیساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ آپ صرف زندہ رہنے اور عبادت کیلئے کھانا تناول فرماتے، اگر کوئی کھانے کی چیز پیش کرتا تو لوگوں میں تقسیم فرما دیتے۔ مریدین کیساتھ بیٹھ کر کھانے میں خوش ہوتے۔ اکیلے بہت کم کھانا کھاتے خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں تیس سال تک آگ نہیں جلانی رزق کو سن جانب اللہ سمجھتے اور کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرتے تھے۔ ہر وقت صابر و شاکر اور ذاکر رہتے۔

اگر کوئی بادشاہ یا امیر وزیر کچھ نذرانہ وغیرہ پیش کرتا تو اسے قبول نہ فرماتے اور کہتے کہ تم مجھے فقیر و محتاج سمجھتے ہو جو فقیدی لائے ہو، میں فقیر نہیں غنی ہوں یہ لے جاؤ اور کسی مستحق فقیر کو دو۔

### شاہانِ وقت اور حضرت میاں میر:

حضرت میاں میر ان اہل اللہ میں سے تھے جن کے ہاں شاہ و گدا سب برابر ہیں اور سب فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کا در ہر خاص و عام کی ہدایت کے لیے کھلا رہتا تھا۔ شہنشاہ جلال الدین اکبر نے جب ”دین الہی“ رائج کرنا چاہا جو کہ دین اسلام کے خلاف تھا تو حضرت میاں میر نے بھی باقی علماء و مشائخ کی طرح ڈٹ کر اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور لوگوں کی تربیت و اصلاح



میر کے پاس آیا آپ نے دعا کی اور پانی پلایا تو وہ چند دنوں میں تندرست ہو گیا۔

شہزادہ قادری آپ کا بہت معتقد تھا اور آپ کا مرید بھی تھا۔

آپ کی تربیت کی بدولت شہزادہ شاہ جہاں نے صوفیاء کرام کے احوال پر مشتمل کتب سکینۃ الاولیاء اور سفینۃ الاولیاء کے نام سے تصنیف کیں جو اس کی اولیاء کرام سے محبت و عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ شہزادہ نے اپنی تصنیف سفینۃ الاولیاء میں خود اپنا نام فقیر داراشکوہ خفی قادری لکھا ہے۔ شہزادہ قادری نے بے شمار مزارات اولیاء کرام پر بھی حاضری دی اور فیض حاصل کیا۔ حضرت میاں میر کو بھی شاہ جہاں کے بیٹے داراشکوہ قادری سے بہت محبت تھی حضرت میاں صاحب شہزادے کو اس طرح فرماتے کہ شہزادہ داراشکوہ ہماری جان اور ہمارا نور چشم ہے۔

ان بادشاہوں کی عقیدت و محبت کی وجہ سے حضرت میاں میر کو بادشاہ ہوں کا پیر بھی کہا جاتا تھا۔

### وصال پاک:

حضرت میاں میر لاہور میں ایک ہی حجرہ میں ساٹھ سال قیام پذیر رہے۔ اسی حجرہ میں محافل ذکر ہوتیں اور جہانگیر، شاہ جہاں، شہزادہ داراشکوہ اور نواب وزیر خاں کے علاوہ دوسرے سلاطین حاضری دیتے رہے۔ آپ کو اسہال کی بیماری لاحق ہوئی اور پانچ دن یہی حالت رہی بالآخر سات ربیع الاول بروز منگل 1635ء میں آپ کا وصال ہوا۔

کرتے رہے۔ تو جلال الدین اکبر نے بڑے بڑے علماء کو قید و بند کی سخت سزائیں دیں۔ لیکن حضرت میاں میر کے خلاف اکبر بادشاہ کوئی قدم نہ اٹھا سکا۔

شہنشاہ نور الدین جہانگیر نے حضرت میاں میر کی خدمت میں دعوت نامہ بھیجا جسے آپ نے قبول فرمالیا اور تشریف لے گئے جہانگیر کیساتھ آپ کی کافی مجلسیں ہوئیں جن میں آپ نے اسے ہدایات سے نوازا خوف خدا اور رعایا کیساتھ حسن سلوک کی تلقین فرمائی جہانگیر نے بعد میں بھی خطوط کا سلسلہ جاری رکھا اور جہانگیر آپ کے ارشادات عالیہ کو اپنے لیے سرمایہ حیات اور ذریعہ ہدایت سمجھتا تھا۔

شہزادہ داراشکوہ قادری کی تصنیف ”سکینۃ الاولیاء“ میں لکھا ہے کہ شہنشاہ شاہ جہاں کو بھی حضرت میاں میر کی خدمت میں دوبار حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ شہزادہ داراشکوہ اپنے والد کی حاضری کا احوال بیان کرتا ہے کہ وہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں انتہائی عاجزی سے حاضر ہوتا اور آپ کے ارشادات عالیہ کو خوب توجہ سے سنتا، حضرت میاں میر نے شاہ جہاں کو نصیحت فرمائی کہ ایک اچھا بادشاہ وہ ہے جو عادل ہو، مملکت اور عوام کا محافظ ہو۔ اپنی رعایا کی بہتری کے لیے ہر وقت کوشاں ہو۔ ایسے بادشاہ کو کوئی مشکل پیش نہ آئے گی اور اس کا خزانہ بھر رہے گا۔

شاہ جہاں کا بیٹا شہزادہ داراشکوہ بیمار ہوا اور بہت علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہو سکا تو شاہ جہاں اسے لے کر حضرت میاں

### غزل

اپنی حیات کشمکش قلب و ذہن کے درمیاں  
جیسے طویل جنگ ہے قذّر و جتن کے درمیاں  
زورِ قلم، سخن جواں، شکل و لباس بے وقار  
کوئی تضاد ہو اگر، گفت و چلن کے درمیاں  
نسبی تعلقات میں، بڑھنے لگے ہیں فا  
پیدا خلج کس نے کی، بھائی بہن کے درمیاں  
اپنے گھروں میں ہیں، حفظ و اماں سے نا اُمید  
کون ہے پُرفتن یہ دلیز و محن کے درمیاں  
آج سہل پسند ہیں جو، فرض شناس تھے کبھی  
کس کی مداخلت ہے مزدور و محن کے درمیاں  
بہرِ عوام حسرتیں، برائے حکمراں  
کس نے لیکر کھینچ دی اہل وطن کے درمیاں  
ہم کو بچوں حصولِ زرِ ملک پہ قرض ہے گراں  
رشتہ وفا کا کٹ گیا، قوم و وطن کے درمیاں  
کتنے عزیز تھے مجھے، اگلے جہاں چلے گئے  
انکی ہے میری سانس بھی، روح و بدن کے درمیاں  
یادِ اجل شناس میں، قبرستاں ہے میرا دل  
بیٹھا ہوں لے کے دیپ غم، ہجر و ملن کے درمیاں  
رنگ و مہک و شوخیاں، آج نصیب گل نہیں  
کیا ہے ستم گری بہاران و چمن کے درمیاں  
لاؤ کہیں سے ڈھونڈ کر، مونس جانِ اکبر آج  
ہیم و رجا ہے زندگی، رُشد و فتن کے درمیاں

(محمد اکبر قادری مرحوم)



### غزل

تیرے حسن کے جلوے سعید ہیں  
قطب، غوث، قلندر، فرید ہیں  
واللہ اتنے ہی تیرے وجود ہیں  
یہاں جتنے بھی تیرے مُرید ہیں  
کسی میں یہ نہیں دم کہ چھپ سکے  
تری نظروں کے سب ہی مقید ہیں  
تیرے قبضے میں ہے ہر کسی کی جاں  
تیرے پاس جو ہیں یا بعید ہیں  
تجھے جو بھی پسند ہو گئے قلوب  
حقیقت میں وہی دل شہید ہیں  
یہ دل تیرے لیے پھول کی مثال  
بھر لے جامِ انہی سے کشید ہیں  
کرم، فیض، حفاظت و درگزر  
تجھے زیبِ اوصافِ حمید ہیں  
جنہیں تیری نظر نے کیا ہے پاک  
سراپا وہ قرآنِ مجید ہیں  
وہ دامن سے تیرے لپٹ گئے  
یہ کیسے میں سمجھ لوں پلید ہیں  
انہیں وصل سے تُو فیض یاب کر  
ترے پہلو میں جو تشنہ دید ہیں  
رو میں اکبر ہو با مراد  
کلب نفس کے حملے شدید ہیں

(محمد اکبر قادری مرحوم)

